



05 اللہ ورسول سے محبت اور اس کے تقاضے

07 باغی گروہ کے سلسلہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا نقطہ نظر

11 منشیات انسانیت کے لئے مستقل خطرہ

30 مصائب کے نزول کے اسباب

42 سورۃ الملک کی فضیلت میں وارد ایک حدیث کی تحقیق



سب سے بڑا گناہ



عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے پوچھا: یا رسول اللہ!
کون سا گناہ سب سے بڑا ہے۔

فرمایا یہ کہ تم اللہ کا کسی کو شریک بناؤ،
حالانکہ اسی نے تمہیں پیدا کیا ہے۔

میں نے پوچھا: اس کے بعد؟

فرمایا یہ کہ تم اپنی اولاد کو اس خطرے سے مار ڈالو کہ
وہ تمہارے کھانے میں تمہارے ساتھ شریک ہوگی۔
میں نے پوچھا: اس کے بعد؟

فرمایا یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو۔

(صحیح بخاری: 6001)



AHL US SUNNAH Volume No.7, Issue No.84, November 2018

جلد: ۷

فی شماره - 30/- Rs.

شماره: ۸۴

سالانہ - 300/- Rs.

نومبر ۲۰۱۸ء

ماہنامہ

اهل السنة مبہمی

مدیر اعلیٰ: رضاء اللہ عبد الکریم مدنی

مدیر: عبدالشکور عبدالحق مدنی | معاونین: ابوالبلیان رفعت سلفی، حافظ اکبر علی سلفی

نائب مدیر: کفایت اللہ سنابلی | فورمیٹنگ: شفیق احمد محمد عدیل محمدی

گرافک ڈیزائنر: طارق بن عبد الرحیم شیخ

سی، ای، او: زید خالد ٹیل

مجلس مشاورت

• شیخ محفوظ الرحمن فیضی • دکتور عبید الرحمن مدنی

• شیخ نور الحسن مدنی • شیخ محمد جعفر الہندی

میگزین ممبر شپ رابطہ نمبر:

022-26500400 / 8291063765

خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ:

Islamic Information Centre, Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home,
Opp. Noorjhan-I, Pipe Road, Kurla (West), Mumbai - 400070 | Ph.:022-26500400
Website: ahlussunnah.co.in | Email: ahlussunnah@gmail.com

Owner/Printer/Publisher: SAAD KHALID PATEL

Printed at: Bhandup Offset & Designers, 1009 Bhandup Indl.. Estate, Pannalal
Compound, LBS Marg, Bhandup (West), Mumbai - 400078

Published at: 106 Fateh Manzil, 4th Floor, Victoria Road,
Sant Savta Marg, Mustafa Bazar, Mumbai - 400010

Islamic Information Centre, Managed by: ILM FOUNDATION Regd. No.23181

الاهل السنة

- | | | | |
|----|--------------------------------|---|-------------------------|
| 05 | خلیل الرحمن سنابلی | اللہ و رسول سے محبت اور اس کے تقاضے | اداریہ |
| 07 | کفایت اللہ سنابلی | باغی گروہ کے سلسلہ میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا نقطہ نظر | توضیح حقائق |
| 11 | عبد الرحمن بن محمد حنیف المدنی | منشیات انسانیت کے لئے مستقل خطرہ | مسلم سماج کا ناسور |
| 18 | کفایت اللہ سنابلی | نکاح اور میاں بیوی کے معاملات | نکاح اہمیت و حکمتیں |
| 27 | ممتاز احمد سلفی | مشورہ کی اہمیت: اصول و آداب | آداب زندگی |
| 30 | خلیل الرحمن سنابلی | مصائب کے نزول کے اسباب | اصلاح معاشرہ |
| 34 | سعید بن وہف القحطانی | فضائل صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (جمعین) (قسط ۲) | کاروان صدق و وفا |
| 36 | حافظ اکبر علی اختر علی سلفی | کیا زکام کا فوری علاج کرنے سے نبی کریم ﷺ نے منع کیا ہے؟ | تحقیق و تخریج |
| 42 | حافظ اکبر علی اختر علی سلفی | سورۃ الملک کی فضیلت میں وارد ایک حدیث کی تحقیق | تحقیق و تخریج |
| 48 | ڈاکٹر عبد الکریم سلفی علیگ | می ٹو اور قرآن کا پیغام | شریعت سے بغاوت کا انجام |

اللہ و رسول سے محبت اور اس کے تقاضے

خلیل الرحمن سنابلی

اور اس کی مرضی کے مطابق زندگی گزارے گا اور اس کے بھیجے ہوئے آخری نبی اور رسول محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل و مکمل اتباع کرے گا۔ جیسا کہ اللہ نے سورہ آل عمران کے اندر ذکر کیا اور فرمایا:

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ ”آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، خود اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا اور اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔“ (سورۃ آل عمران: ۳۱)

لہذا ایک مسلمان اگر اللہ سے محبت کا دعویدار ہے تو اسے اس کے رسول کی اتباع کرنی چاہئے اور ان کی مکمل تابعداری اور اطاعت کو اپنی زندگی کا جزء بنالینا چاہئے۔

بحیثیت مسلمان ایک شخص کی محبت کے سب سے زیادہ مستحق اللہ کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ سے محبت اس انداز میں کی جائے کہ اس جیسی محبت اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں کسی اور کے ساتھ نہ ہو، پیارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے اہل و عیال، اپنے والدین اور دیگر تمام لوگوں اور چیزوں سے زیادہ محبت کی جائے اور اس سلسلے میں قرآن و حدیث کے کئی دلائل ہیں۔ جیسا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا واقعہ بڑا مشہور ہے کہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہے تھے کہ آپ کو مخاطب کرتے ہوئے گویا ہوئے کہ اے اللہ

محبت ایک فطری چیز ہے اور مختلف طریقوں اور حیثیتوں سے انسان اس کا اظہار کرتا رہتا ہے لیکن یہ محبت اگر ایک مسلمان کی زندگی کا حصہ ہو تو وہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک مسلمان کی محبت کا مستحق کون ہے؟ اور اسے سب سے زیادہ کس چیز سے اور کیوں محبت کرنی چاہئے؟

تو اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ایک مسلمان سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرے اور اللہ ہی اس کی محبت کا سب سے زیادہ مستحق ہے۔ قرآن مجید میں اللہ نے ایسے لوگوں کو مشرک کہا ہے جو غیر اللہ سے اللہ جیسی محبت کرتے ہیں۔ فرمایا:

﴿وَمِنَ النَّاسِ مَن يَتَّخِذُ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَندَادًا يُحِبُّونَهُمْ كَحُبِّ اللَّهِ﴾ ”اور بعض لوگ ایسے ہیں جو دوسروں کو اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں، ان سے وہ اللہ کی سی محبت کرتے ہیں۔“ (سورۃ البقرہ: ۱۶۵)

اور اس کے معاً بعد ایک مسلمان کی محبت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ﴾ ”اور مومن تو اللہ سے شدید محبت کرتے ہیں۔“

اب یہاں یہ سوال پھر ذہن میں آتا ہے کہ یہ کیسے معلوم ہوگا کہ ہم اللہ سے محبت کرتے ہیں؟

تو جواب یہ ہے کہ ایک مسلمان کی اللہ سے محبت اگر سچی اور حقیقی ہے تو وہ اللہ کے بتائے ہوئے قوانین پر عمل کرے گا

ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

تَغَصَّبِ الْإِلَهَ وَأَنْتَ تُظْهِرُ حُبَّهُ

هَذَا مُحَالٌ فِي الْقِيَّاسِ بَدِيعُ

لَوْ كَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَا طَغَتْهُ

إِنَّ الْمَحَبَّ لِمَنْ يُحِبُّ مُطِيعُ

یعنی تم اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہو اور اس سے محبت کا دعویٰ بھی کرتے ہو، یہ تو ناممکن ہے اور انتہائی انوکھی بات ہے، اگر تمہاری محبت سچی ہوتی تو تم اس کی فرمانبرداری کرتے کیونکہ محبت کرنے والا اپنے محبوب کا فرمانبردار ہوتا ہے۔

اور ایسا شخص جو اللہ و رسول سے محبت کا دعوے دار تو ہو لیکن عملی میدان میں ان کی خلاف ورزی کرتے ہوئے دنیا اور اس کی چیزوں میں نیز دوسرے انسانوں کی محبت کو اللہ و رسول کی محبت پر فوقیت دیتا ہو تو قرآن نے ایسے لوگوں کو خبردار کرتے ہوئے اعلان کیا:

﴿فَتَرْتَضُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ﴾ (سورة التوبة: ۲۴)

”تو تم انتظار کرو اللہ کے عذاب کے آنے کا“۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اللہ و رسول ﷺ ایک مسلمان شخص کی محبت کے سب سے زیادہ مستحق ہیں اور ایک مسلمان کو دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ اللہ اور رسول ﷺ سے محبت کرنی چاہئے اور ان سے محبت کا تقاضہ یہ ہے کہ ان کی کامل و مکمل اطاعت کی جائے اور نبی اکرم ﷺ کی اتباع کو لازم کیا جائے، بصورت دیگر عذاب اور خسران اس کا مقدر بن جائے گا۔

*

کے رسول! ”لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا مِنْ نَفْسِي“۔
”آپ مجھے ہر چیز سے زیادہ محبوب ہیں سوائے میری جان کے“۔ تو نبی ﷺ نے ان کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ: نہیں، قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، یہاں تک کہ میں تمہاری جان سے بھی زیادہ تمہارے نزدیک محبوب ہو جاؤں۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے اللہ کے رسول! اب آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں، تو نبی ﷺ نے فرمایا: کہ اے عمر! اب ٹھیک ہے۔ (صحیح بخاری: ۶۶۳۲)

پتہ یہ چلا کہ دنیا اور دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ اللہ کے نبی ﷺ ہماری محبت کے مستحق ہیں۔

آج کے دور کے مسلمانوں کی زندگی اگر دیکھی جائے تو معلوم یہ ہوتا ہے کہ یہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کے دعوے دار تو ہیں، اللہ و رسول کے نام پر مر مٹنے کے لئے تیار تو ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ اللہ و رسول کی محبت کے تقاضے کیا ہیں؟ کیا صرف یہی کہ ڈھنڈورا پیٹا جائے، نام کی مالا گلے میں ڈال لی جائے یا گھروں میں رکھ دیا جائے، ان کے ناموں کو لکڑی یا کسی دوسری چیز پر کندہ کر کے دروازے یا روم کی زینت بنا لیا جائے، ربیع الاول کا مہینہ آئے تو نبی کے نام پر جلوس نکالے جائیں اور دعویٰ یہ کیا جائے کہ یہ نبی سے محبت کی ایک مثال ہے، نہیں، ہرگز نہیں۔ بلکہ اللہ و رسول کی محبت کا تقاضہ ہے کہ انہوں نے جیسا کہا ہے ویسا کیا جائے، ان پر کامل و مکمل ایمان رکھا جائے اور زندگی کے ہر شعبے میں ان کی تعلیمات کو نافذ کیا جائے، اگر نبی سے محبت کا کوئی دعویدار ایسا کرتا ہے تو یقیناً وہ اپنی محبت میں سچا مانا جائے گا۔ اس کے برخلاف اگر وہ محبت کا دعویٰ تو کرتا ہو لیکن سنت نبوی ﷺ کا پیروکار نہ ہو تو اس کے متعلق یقین کر لینا چاہیے کہ وہ محبت کے دعوے میں جھوٹا ہے،

باغی گروہ کے سلسلہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا نقطہ نظر

کفایت اللہ سنابل

تبارک وتعالیٰ: ﴿وإن طائفتان من المؤمنين اقتتلوا فأصلحوا
بينهما، فإن بغت إحداهما على الأخرى فقاتلوا التي تبغي
حتى تفتيء إلى أمر الله، فإن فاءت فأصلحوا بينهما بالعدل،
وأقسطوا إن الله يحب المقسطين﴾ (الحجرات: ۹)
أخبرني عن هذه الآية، فقال عبد الله: ومالك ولذلك،
انصرف عني، فانطلق حتى تواری عنا سواده، أقبل علينا عبد
الله بن عمر فقال: ما وجدت في نفسي من شيء من أمر هذه
الأمّة ما وجدت في نفسي أني لم أقاتل هذه الفئة الباغية كما
أمرني الله عز وجل. زاد القطان في روايته: قال حمزة: فقلنا
له: ومن ترى الفئة الباغية؟ قال ابن عمر: ابن الزبير بغى على
هؤلاء القوم، فأخرجهم من ديارهم، ونكث عهدهم.

حمزہ بن عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں کہ ایک دفعہ وہ عبداللہ بن عمر رضی
اللہ عنہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے پاس عراق سے ایک
شخص آیا اور کہا: اے ابو عبد الرحمن! واللہ میں اس بات کا حریص
ہوں کہ آپ کے نقش قدم پر چلوں اور لوگوں کے اختلاف کے معاملہ
میں آپ کی پیروی کروں اور جہاں تک ہو سکے فساد سے الگ تھلگ
رہوں۔ لیکن میں قرآن مجید کی ایک محکم آیت پڑھتا ہوں تو دل میں
کچھ کھٹکتا ہے تو آپ اس آیت کے بارے میں مجھے بتادیں! آپ کا
اس آیت کے بارے میں کیا خیال ہے (اور اگر مسلمانوں کی دو
جماعتیں آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں ملاپ کر دیا کرو، پھر اگر ان
دونوں میں سے ایک جماعت دوسری جماعت پر زیادتی کرے تو تم

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی مخالفت کا پس منظر کیا تھا؟ اور ان
کا ساتھ دینے والے حقیقت میں کون لوگ تھے؟ یہ ایک الگ بحث
ہے اس پر ہم زیادہ تفصیل نہیں پیش کریں گے، اس مضمون میں ہم
صرف یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ اس موقع پر عبداللہ بن عمر رضی اللہ
عنہ نے جس گروہ کو باغی قرار دیا اور ان کے خلاف قتال نہ کرنے
پر افسوس ظاہر کیا وہ گروہ کون سا تھا؟ سب سے پہلے اس سلسلے کی ایک
بالکل صحیح روایت ملاحظہ ہو:

امام بیہقی رحمہ اللہ (المتوفی: ۴۵۸ھ) نے کہا:

حدثنا أبو عبد الله الحافظ، إمامنا أبو عبد الله محمد بن
عبد الله الزاهد، ثنا أحمد بن محمد بن مهدي بن رستم، ثنا
بشر بن شعيب بن أبي حمزة القرشي، حدثني أبي ح، وأخبرنا
أبو الحسين بن الفضل القطان، ببغداد، أن أبا عبد الله بن جعفر
بن درستويه، ثنا يعقوب بن سفيان، ثنا الحجاج بن أبي منيع،
ثنا جدي، وثنا يعقوب، حدثني محمد بن يحيى بن إسماعيل،
عن ابن وهب، عن يونس، جميعاً عن الزهري، وهذا لفظ
حديث شعيب بن أبي حمزة، عن الزهري، أخبرني حمزة بن
عبد الله بن عمر: أنه بينما هو جالس مع عبد الله بن عمر إذ
جاءه رجل من أهل العراق، فقال: يا أبا عبد الرحمن إني والله
لقد حرصت أن اتسمت بسمتك، وأقتدي بك في أمر فرقة
الناس، وأعزل الشر ما استطعت، وإني أقرأ آية من كتاب الله
محكمة قد أخذت بقلبي، فأخبرني عنها، أ رأيت قول الله

ٹولے کے شریک تھے جن کا مقصد ہی ہمیشہ کی طرح یہی تھا کہ کسی نہ کسی بہانے سے امت مسلمہ کے بیچ خونریزی کی جائے اور انہیں آپس میں ہی لڑا کر ان کی طاقت کو تھس نہس کر دیا جائے۔ ابتداء سے لیکر کافی عرصہ تک عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا موقف صرف مخالفت اور عدم بیعت کا تھا اس سے آگے بڑھ کر عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی طرف سے کوئی اقدام نہیں ہوا تھا اسی لئے امیر معاویہ کی زندگی میں بھی ان سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا اور امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد واقعہ حرہ تک دو سال سے زائد کا عرصہ گزرا، اس عرصہ میں بھی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا کیونکہ اس بیچ ان کا موقف صرف اختلاف اور عدم بیعت کا تھا اس سے آگے بڑھ کر حکومت کے خلاف ان کی طرف سے کوئی پیش رفت نہیں ہوئی تھی اس لئے حکومت نے بھی ان کی اس مخالفت کو نظر انداز کیا اور ان کے خلاف کوئی ایکشن نہیں لیا۔

لیکن نئے خلیفہ کی آمد پر تین سال سے زائد عرصہ گزرنے کے بعد عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی مخالفت ایک تحریک میں بدل جاتی ہے جس کا مشن موجودہ حکومت کو چیلنج کرنا اور ان کے عمال کو حتیٰ کی خاندان بنو امیہ کے افراد کو بھی مدینہ و مکہ سے نکال باہر پھینکنا ہے، جیسا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی پیش کردہ روایت سے ظاہر ہے۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ سب دشمنوں کی ترتیب ہی سے ہوا، امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بننے کے بعد پورا عالم اسلام متحد ہو گیا تھا اور دشمنوں کو فتنہ انگیزی کے لئے کوئی راستہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ لیکن امیر معاویہ کی وفات کے بعد پھر اس فتنے کو جگانے کی کوشش کی گئی جو صلح حسن رضی اللہ عنہ کے بعد موت کی نیند سوچکا تھا، چنانچہ حسین رضی اللہ عنہ کی شخصیت کا انتخاب کیا گیا اور کوشش کی گئی کہ ان کے ذریعہ ایک بار پھر امت مسلمہ کو خاک و خون میں تڑپایا جائے۔ لیکن حسین رضی اللہ عنہ نہ صرف یہ کہ ان کے آلہ کار نہیں بنے بلکہ خلیفہ وقت کو امیر المؤمنین تسلیم کر کے ان سے بیعت پر رضامندی کا اعلان کر دیا۔ جس کے نتیجے میں ظالموں نے آپ کو شہید کر دیا۔

(سب) اس گروہ سے جو زیادتی کرتا ہے لڑو۔ یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے، اگر لوٹ آئے تو پھر انصاف کے ساتھ صلح کرادو اور عدل کرو بے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں سے محبت کرتا ہے) (الحجرات: ۹)۔ اس آیت کی تفسیر مجھے بتلائیں! تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: یہ جان کر کیا کرو گے؟ جاؤ یہاں سے۔ پھر وہ شخص چلا گیا یہاں تک کہ ہماری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اس کے بعد عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہماری جانب متوجہ ہوئے اور کہا: اس امت کے معاملات میں سے کسی معاملہ پر مجھے اتنا افسوس نہیں ہوا جتنا اس بات پر افسوس ہوا کہ میں نے اس باغی جماعت سے قتال کیوں نہیں کیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ حسین بن القبطان نے مزید بیان کیا کہ: حمزہ نے کہا: ہم نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: آپ کس کو باغی جماعت سمجھتے ہیں؟ تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: ابن زبیر رضی اللہ عنہ نے اس قوم کے خلاف بغاوت کی ہے انہیں ان کے گھروں سے نکال دیا، ان کا عہد توڑ دیا۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی: ۲۹۸/۸ و اسنادہ صحیح و آخر جہ ایضاً ابن عساکر فی تاریخہ ۹۳/۳۱ من طرق عن الزہری بہ و نقلہ الحافظ فی الفتح ۷۲/۱۳)

اس روایت کی سند صحیح ہے۔ اس سے واضح ہو جاتا ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جس گروہ کے خلاف عدم قتال پر افسوس کر رہے تھے وہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا گروہ تھا جس نے حکومت وقت کی مخالفت کی تھی۔ واضح رہے کہ اگرچہ مخالفت کے روح رواں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ہی تھے لیکن یہ سب کچھ خالص انہیں کی سرگرمیوں کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ ان کے ساتھ شریک لوگ بھی لگے ہوئے تھے۔ جو صرف فتنہ تک ہی ان کا ساتھ دے سکتے ہیں اور جوں ہی گردن کٹانے کی باری آتی یہ سب بھاگنے والے تھے چنانچہ تاریخی روایات بتاتی ہیں کہ آگے چل کر جب دوسری بار حجاج نے ان کا محاصرہ کیا تو ان کے سارے اعوان و انصار روم و باکر نہ صرف بھاگ گئے بلکہ بعض تو مخالف گروپ میں شامل ہو گئے اور انہیں قتل ہونے کے لئے تنہا چھوڑ دیا۔ دراصل یہ ساتھی سچے ساتھی نہ تھے بلکہ سازشی

فوددت أني حينئذ عندك فأستنقذك، فلما حصر ابن الزبير قال: هذاما قال لي معاوية، وددت أنه كان حيا.

ابو قلابہ کہتے ہیں کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا: بے شک حرص اور لالچ تمہیں نہیں چھوڑے گی یہاں تک کہ تمہیں بڑی مشکل میں ڈال دے گی، کاش میں اس وقت موجود رہوں تو تمہیں اس مشکل سے نجات دلانے کی کوشش کرتا۔ چنانچہ جب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کا محاصرہ کیا گیا تو عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے: معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہی بات کہی تھی، کاش وہ زندہ ہوتے۔ (أنساب الأشراف للبلاذري، ط، دار الفكر: ۳۶۶/۵، واستاده صحيح)

لیکن اس وقت بہت دیر ہو چکی تھی عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں سے فریب کھا چکے تھے اور حجاج بن یوسف جیسے ظالم و جابر کی گرفت میں پہنچ چکے تھے بالآخر شہید کر دئے گئے۔ بہر حال عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ جو گروہ تھا یہی باغی گروہ تھا اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی مراد حقیقت میں یہی لوگ تھے لیکن چونکہ ان لوگوں نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو اپنے ساتھ لے لیا تھا اور انہیں کو اپنا پیشوا ظاہر کیا تھا اس لئے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں کے نام سے اس گروہ کا تذکرہ کیا۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے اس بیان سے نہ صرف اس باغی گروہ کی پوزیشن واضح ہوتی ہے بلکہ ان کے خلاف کارروائی کرنے والے اہل شام کا معاملہ بھی کافی حد تک صاف ہو جاتا ہے اور کہا جاسکتا ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے موقف کے مطابق اہل شام اپنی کارروائی میں حق بجانب تھے۔ اور ساتھ میں ان پر لگے اتہامات کی بھی تردید ہو جاتی ہے۔ کہ ان لوگوں نے حریم میں لوٹ مار کی یا معصوموں کا خون بہایا۔ کیونکہ ایسا ہوا ہوتا تو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ صرف باغی گروہ کی مذمت نہ کرتے بلکہ ان کے خلاف کارروائی کرنے والوں سے متعلق بھی اپنا موقف واضح کرتے۔

چونکہ اس روایت سے سبائیوں کی پھیلائی ہوئی افواہوں اور اہل

آپ کی شہادت کے بعد اسلامی حکومت پوری طرح چوکنا ہو گئی اور ہر طرح کے فتنہ پرکڑی نگاہ رکھی گئی اس لئے اس سانحہ کے بعد کافی عرصہ تک درندوں نے خاموش رہنے ہی میں عافیت سمجھی۔ پھر جوں ہی حالات پرسکون ہوئے ان سرکشوں نے دوبارہ سراٹھایا اور امت مسلمہ کے بیچ خونریزی کے لئے کسی نئے بہانے کی تلاش میں لگ گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پورے عالم اسلام میں واحد شخص تھے جنہوں نے شروع سے لیکر اب تک خلیفہ وقت کی بیعت نہیں کی ہے۔ پھر کیا تھا ہر چہار جانب سے خوارج اور فتنہ پرور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور انہیں حکومت کے خلاف بھڑکایا۔ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ ان لوگوں کی باتوں میں آگئے اور اس طرح ان مکار ساتھیوں نے آپ کی خاموش مخالفت کو ایک سرگرم تحریک میں بدل دیا۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی معیت کا دم بھرنے والا یہ گروہ اسی سبائی ٹولے کی پیداوار تھا جس نے حسین رضی اللہ عنہ کی حمایت کا دعویٰ کیا اور میدان کربلا میں انہیں اکیلا چھوڑ دیا بلکہ موقع پا کر خود ہی انہیں شہید بھی کر ڈالا اور اس سے بھی پہلے ان لوگوں نے حسن رضی اللہ عنہ کی حمایت کا بھی دعویٰ کیا لیکن جب حسن رضی اللہ عنہ نے امت کے مفاد میں فیصلہ لیا تو ان لوگوں نے حسن رضی اللہ عنہ کا ساتھ چھوڑ دیا بلکہ انہیں زہر دے کر شہید کر دیا بلکہ اس سے بھی قبل علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی ان لوگوں نے ایسا ہی کھیل کھلایا۔ یہی سب کچھ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی ان درندوں نے کیا اور انجام کار انہیں بھی موت کے منہ میں ڈھکیل دیا۔

اور عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو بھی بالآخر اپنی بھول کا احساس ہو گیا تھا۔ چنانچہ صحیح روایت ہے: امام احمد بن یحییٰ، البلاذری (التوفی: ۲۷۹) نے کہا:

حدثني المدائني عن مسلمة بن علقمة عن خالد عن أبي قلابة أن معاوية قال لعبد الله بن الزبير رضي الله تعالى عنهم: إن الشح والحرص لن يدعاك حتى يدخلك مدخلا ضيقا،

تیسرے طبقہ میں ذکر کرتے ہوئے کہا: ”یکثر التدلیس“۔ کثرت سے تدلیس کرتے تھے۔ (طبقات المدلسین لابن حجر القریوتی: ص ۳۷)

رہی بات یہ کہ امام پیشی رحمہ اللہ نے اس روایت کو مجمع الزوائد میں نقل کرتے ہوئے کہا کہ: ”رواہ الطبرانی بأسانید، وأحدھا رجالہ رجال الصحیح“۔ اسے طبرانی نے کئی سندوں سے روایت کیا ہے اور اس کی ایک سند کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔ (مجمع الزوائد ومنیع الفوائد: ۲۴۲/۷)۔ تو عرض ہے کہ اول تو اس کے تمام رجال صحیح کے رجال نہیں ہیں لہذا یہ امام پیشی رحمہ اللہ کا وہم ہے دوسرے یہ کہ صحیح کے رجال بتلانا یہ روایت کی تصحیح نہیں ہے کیونکہ سند منقطع بھی ہو سکتی ہے۔ اور یہاں سند منقطع ہے، جیسا کہ وضاحت کی گئی اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے بھی اس سند کو منقطع بتلایا ہے۔

واضح رہے کہ ایک دوسری روایت میں یہ بتلایا گیا ہے کہ باغی گروہ سے ابن عمر رضی اللہ عنہ کی مراد حجاج کا گروہ تھا۔ لیکن یہ روایت بھی ثابت نہیں بلکہ بعض شیعی رواۃ کی یہ اپنی تفسیر ہے جو خود ابن عمر رضی اللہ عنہ کے اپنے صریح بیان کے خلاف ہے۔ اسی لئے امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس دوسری روایت کے بارے میں کہا: قلت هذا ظن من بعض الرواة، وإلا فهو قد قال الفتنۃ الباغیۃ ابن الزبیر كما تقدم والله اعلم۔ میں (امام ذہبی) کہتا ہوں کہ: یہ بعض رواۃ کا اپنا خیال ہے، ورنہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے خود یہ کہا ہے کہ باغی گروہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا گروہ ہے جیسا کہ گزرا۔ واللہ اعلم۔ (تاریخ الإسلام للذہبی تدمری: ۴/۲۶۵)

خلاصہ یہ ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے صریح الفاظ میں ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے گروہ ہی کو باغی کہا ہے اور ان سے قتال نہ کرنے پر افسوس کا اظہار کیا ہے۔ یہ روایت بالکل صحیح سند سے ثابت ہے اور اس کے برخلاف جن روایات میں ابن عمر رضی اللہ عنہ کی مراد علی رضی اللہ عنہ کے مخالف گروہ یا حجاج کے گروہ کو بتلایا گیا ہے وہ شیعی رواۃ کا بیان ہے اور اصول حدیث کی روشنی میں ثابت بھی نہیں۔

شام پر لگائے گئے الزامات کی تردید ہو رہی تھی اس لئے سبائی ذہنیت کے مالک یا ان سے متاثر لوگوں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے اس بیان کو بدل کر یوں کر دیا کہ ابن عمر رضی اللہ عنہ علی رضی اللہ عنہ کے مخالفین کو باغی سمجھ کر ان کے خلاف قتال نہ کرنے پر افسوس کرتے تھے۔ اب ہم اس روایت کی حقیقت واضح کرتے ہیں:

امام طبرانی رحمہ اللہ نے متعدد طرق سے نقل کرتے ہوئے کہا: حدثنا محمد بن عبد الله الحضرمي ثنا علي بن حكيم الأودى وحدثنا الحسين بن جعفر القنات الكوفي ثنا منجاب بن الحارث وحدثنا أحمد بن عمرو القطراني ثنا محمد بن الطفيل ثنا شريك عن فطر بن خليفة عن حبيب بن أبي ثابت عن ابن عمر قال ما أجدني أسي على شيء إلا أني لم أقاتل الفتنۃ الباغیۃ مع علي۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا مجھے اس سے زیادہ کسی پر افسوس نہیں کہ میں علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ باغی گروہ سے قتال نہیں کر سکا۔ (المعجم الكبير للطبرانی: ۱۳/۱۴۵)

یہ روایت گزشتہ سطور میں پیش کردہ بیہقی کی صحیح روایت کے خلاف ہونے کے ساتھ ساتھ ضعیف و منکر اور باطل ہے۔ اس کے تمام طرق کا دار و مدار حبیب بن ابی ثابت پر ہے اور حبیب کا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے لہذا یہ روایت منقطع ہے۔ اسی لئے امام ذہبی رحمہ اللہ نے کہا: ”فهذا منقطع“۔ یہ روایت منقطع ہے۔ (سير أعلام النبلاء للذہبی: ۲۳۱/۳) بلکہ اسی روایت کے ایک طریق میں حبیب نے اپنے اور ابن عمر رضی اللہ عنہ کی بیچ ایک نامعلوم واسطے کا ذکر کرتے ہوئے کہا: ”بلغني عن ابن عمر“۔ یعنی کسی شخص کے ذریعہ ابن عمر رضی اللہ عنہ کی یہ بات مجھ تک پہنچی ہے۔ (الطبقات الكبرى طدار صادر: ۱۸۷/۴)۔ یہ اس بات کی صریح دلیل ہے کہ یہ روایت منقطع ہے اور ساقط راوی نامعلوم ہے۔

مزید یہ کہ حبیب بن ابی ثابت نے عن سے روایت کیا ہے اور یہ بکثرت تدلیس کرنے والے ہیں حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے انہیں

منشیات انسانیت کے لئے مستقل خطرہ

عبد الرحمن بن محمد حنیف المدنی ✨ مدیر مرکز امام بخاری تلوٰی ممبئی

”ہر نشہ آور خمر ہے، جو حرام ہے“۔ (رواہ مسلم: ۲۰۰۳) من
روایۃ ابن عمر۔

سُکْر اور خُمَر کا مفہوم:

السُّکْر: نَقِیْضُ الصَّحْوِ، یَقَالُ: کَانَ الشَّرَابُ سَکَرَ
عَقْلَهُ: اِیْ سَدَ عَلَیْهِ طَرِیْقَهُ، قَالَ تَعَالٰی: اِنَّمَا سَکَرَتْ
اَبْصَارُنَا: اِیْ سَدَتْ، وَاعْشِیْتُ بِالسَّحَرِ، فِی تَخَايُلٍ لَا بَصَارًا
غَیْرِ مَانَرٰی۔

یعنی مغلوب العقل ہونا، سوچ و فکر کے راستوں کا مسدود
ہو جانا۔ (العین: ۳۰۹/۵، جمہورۃ اللغة: ۱۹/۲، و تہذیب اللغة:
۳۲/۱۰، والزہری فی معانی کلمات الناس: ۸۶/۲)

الخمر: ما وراک من شئ، قال أبو عبید: التخمیر:
التغطیة، و یقال لکل ما ستر الانسان من شجر أو غیرہ۔
قال ابن فارس: الخاء والمیم والراء أصل واحد دل علی
التغطیة، والمخالطة فی ستر، فالخمر: الشراب
المعروف، وخمر ثھا: ما یغشی المخمور من الخمار و
السُّکْر فی قلبہ۔

وسُمی الخمر خمرًا: لانه یغطی العقل۔ وقیل لأنها
ترکت فاخترمت، واختمازاها: تغیر ریحھا، وقیل:
سمیت بذالک: لمخامرتها العقل۔

ڈھک دینا، چھپا دینا، (خمر) نام ہے اس مشروب کا جو پینے
والے کے قلب و جگر میں حاصل ہونے والے نشہ کے غلبہ کی وجہ
سے عقل پر پردہ ڈال دے۔ (تہذیب اللغة: ۱۶۱/۷، الصحاح:

الحمد لله رب العالمین والصلاة والسلام علی
رسوله الامین وعلی آله وصحبه اجمعین ومن تبعهم
باحسان الی یوم الدین، وبعد!

اسلام دین فطرت ہے، جو روئے زمین پر رہنے والے تمام
انسانوں کو رحمت و مودت کا پیام، امن و شانتی کا سبق اور نفع بخش
زندگی گزارنے کا درس دیتا ہے، نیز دکھ تکلیف، غم و الم اور ہر
طرح کے نقصان وہ امور سے بچ بچا کر زندگی گزارنے کی بنیاد
فراہم کرتا ہے، ضرر و نقصان کا تعلق دین سے ہو یا جان و مال
سے، عزت و آبرو سے ہو یا عقل و خرد سے، کامیاب ترین زندگی
گزارنے کے لئے اس کی سلامتی کو بے حد عزیز رکھتا ہے اس
لئے اسلام نے ان امور کے ہر چہار سو زبردست پہرے بٹھا
دیئے ہیں تاکہ مقصد تک پہنچنے کے راستے میں رکاوٹیں نہ آئیں۔
منشیات انہیں اہم ترین بنیادی امور میں عقل و دانش کے
راستے کی رکاوٹ بن کر ابھرتی ہیں اسلام نے اسے حرام قرار دیتے
ہوئے اپنے ماننے والوں سے مطالبہ کیا کہ اس سے فاصلہ بنا
کر رکھیں، قریب پھٹکنے کی کوشش نہ کریں۔

منشیات کا مفہوم اور اسلام میں اس کی

حیثیت:

منشیات نشہ سے ہے، جسے عربی میں سُکْر یا خمر سے تعبیر کیا جاتا
ہے، پیارے نبی ﷺ نے فرمایا: ”کُلُّ مُسْکِرٍ خَمْرٌ، وَکُلُّ
مُسْکِرٍ حَرَامٌ“۔

جانا اس کے لئے ممکن ہوتا ہے پر نشیلی غذا کے بغیر اس کا گزارہ خارج ازا مکان ہوتا ہے!!

ستم بالائے ستم یہ کہ رفتہ رفتہ ان منکرات کی نکارت بھی دل سے رخصت ہونے لگی، اور لوگ بلا جھجک مجلسوں میں گھروں، دکانوں اور مکانون میں، بلکہ خاص و عام تمام جگہوں پر اس کا استعمال کرتے ہوئے نظر آتے ہیں اور کسی کے متھے پر بل تک نہیں آتا!!!

میٹھا زہر:

شرعی نقطہ نظر سے منشیات کی حرمت اپنی جگہ، اگر ایک سرسری نظر ان نقصانات پر ڈال لی جائے جو تحقیقاتی رپورٹوں کی روشنی میں منشیات کے استعمال پر سامنے آئی ہیں تو ہر ذی شعور انسان اس بیٹھے زہر اور اس کی تمام تر خطرناکیوں کا نہ صرف صحیح اندازہ کر سکے گا بلکہ یہ چشم کشار پورٹس اس کے ہوش اڑا دینے اور اسے محو حیرت میں ڈالنے کے علاوہ اپنی روشن اور صاف ستھری زندگی اور واضح مستقبل کی فکر میں غوطہ زنی میں ممدود و معاون ثابت ہوں گی، تو آئیے ذیل کے سطور میں چند اہم حقائق قارئین باوقار کے سامنے رکھتے ہوئے سنجیدگی اور متانت سے غور و فکر کی دعوت دیں، اس امید کے ساتھ کہ نو نہالان امت ہلاکت و بربادی کے دلدل سے نکلنے اور روشن مستقبل کی شاہراہ پر آنے کا بھرپور عزم لے کر ہی آگے بڑھیں، خود بھی مستفید ہوں اور دوسروں کو بھی بھرپور طریقے سے مستفید فرمائیں۔

جسمانی عوارض:

منشیات کے استعمال سے جو اضرار اور نقصانات حاصل ہوتے ہیں ان کے ذکر سے پہلے کچھ اہم عوارض اور علامات کا ذکر کرنا مناسب خیال کرتا ہوں کیونکہ یہ علامات جن نوجوانوں میں بھی پائے جائیں ان کا منشیات کی طرف مائل ہو جانا بہت حد تک یقینی ہو جاتا ہے، اور اگر مائل ہو چکے ہوں تو اس کی دلدل

معیار سُکر جو حرمت کو مستلزم ہے:

نشہ لانے اور پیدا کرنے والے وہ تمام امور حرام ہیں جو مقدار کی قلت اور کثرت سے قطع نظر فقط نشہ پیدا کرنے کا سبب بن رہے ہوں، شریعت اسلامیہ کی روشنی میں اس کا استعمال ممنوع اور حرام ہے، پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما أَسْكَرَ كَثِيرٌ فَقَلِيلُهُ حَرَامٌ۔ ”یعنی جس چیز کا کثیر مقدار میں استعمال نشہ آور ہو اس چیز کا قلیل مقدار میں استعمال حرام ہے۔“ (رواہ ابوداؤد: ۵۰۶۸۱) وغیرہ بسند صحیح۔

معلوم ہوا کہ نشہ آور تمام اشیاء حرام ہیں، یہ اور بات ہے کہ بعض کا نشہ بہت خفیف ہوتا ہے، جب کہ بعض کا اس کے برعکس بہت جلد اور دیر پا، بعض کا معمولی مقدار میں لینا ہی نشہ کے دلکش مناظر کے دنیا کی سیر کرانے کے لئے کافی ہوتا ہے، جب کہ اس کے برعکس بعض نشہ آور مواد کی خاصیت کچھ ایسی ہوتی ہے کہ جب تک کثیر اور وافر مقدار میں نہ لی جائے پُر کیف نہیں ہوتا۔ شرعی حکم کے اعتبار سے یہ تمام انواع و اقسام حرام اور ممنوع ہیں۔

منشیات کا وسیع دائرہ:

اپنے ارد گرد دوکانوں اور مارکیٹوں پر نگاہ دوڑائیں تو معلوم ہوگا کہ قابل فروخت اشیاء میں ایک بڑی مقدار نشہ آور سامان کی ہے جسے ہر گھر کے بیشتر افراد بلا روک ٹوک اور ادنیٰ تاہل کے خریدتے ہیں اور بڑی شان و شوکت سے استعمال کرتے ہیں۔ نیز انہی چیزوں سے دوستوں ساتھیوں مہمانوں کی ضیافت کرنے میں ذرہ برابر جھجک بھی محسوس نہیں کرتے۔

کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ ہمارے بچے جوان اور بوڑھے پان، بیڑی، سگریٹ، تمباکو، گٹکھا، کھینی، بانو اے خریدتے اور استعمال کرتے ہیں؟ کیا ایسا نہیں کہ ایک انسان جب کسی وجہ سے ان نشہ آور اشیاء کے استعمال کا عادی ہو جاتا ہے تو بھوکا رہ

سال کے انسان کی ہیئت جیسا ہو جانا، نیز جسم و عقل ہی نہیں تمام اعتبار سے اس کا بوڑھا ہونا نظر آتا ہے۔ دیکھئے: (شراب اور نشہ آور اشیاء کی حرمت و مفسرت: ص: ۹۲)

منشیات کے کچھ اہم جسمانی نقصانات:

منشیات کے نقصانات بہت ہیں جن کا احاطہ مقصود نہیں صرف چند اہم مشترکہ نقصانات کے ذکر پر اکتفا کیا جاتا ہے جو تمام نشہ آور اشیاء استعمال کرنے والوں میں بالعموم پائی جاتی ہیں۔

قوتِ حافظہ میں ۲۲ فیصد کمی آ جاتی ہے۔

حساسیت میں ۹۲ فیصد اضافہ ہو جاتا ہے۔

منشیات کے عادی ۸۰ فیصد اختلال کا شکار ہو جاتے ہیں۔

نشہ لینے والے ۶۱ فیصد پریشانی اور بے چینی کے کرب میں مبتلا رہتے ہیں۔

منشیات کا عادی انسان ۸۸ فیصد سب سے الگ سوچ رکھنے والا ہو جاتا ہے۔ دیکھئے: (منشیات اور اسلام: ص: ۳۸)

ام الخبائث شراب نوشی سے حاصل ہونے

والے کچھ عمومی نقصانات:

دنیا بھر میں شراب کے نشہ کے زیر اثر ۳۰ فیصد ٹریفک، ۳۳ فیصد ڈوبنے، ۱۶ فیصد بچوں کے ساتھ زیادتی اور تشدد کے واقعات، ۴۴ فیصد جھلنے، ۱۲ فیصد خودکشی کرنے، ۱۰ فیصد صنعتی حادثات و واقعات۔ یہ سب شراب کے نشہ کے زیر اثر ہوتے ہیں۔

تحقیقات سے پتہ چلتا ہے کہ ۱۵ سال سے ۲۹ سال کی عمر میں مرنے والے ہر گیارہ افراد میں سے ایک شرابی ہوتا ہے۔

منشیات کے استعمال سے جسم کو لاحق

ہونے والے بعض امراض:

منشیات کے استعمال سے دنیاوی خسارے اور نقصانات کا اندازہ اس امر سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ اس سے سینکڑوں امراض پیدا ہوتے ہیں جو انسانیت کی ہلاکت کا ذریعہ اور سبب

میں پھنستے چلے جانا غیر مستبعد نہیں رہ جاتا، وہ عوارض درج ذیل ہیں:

غصیلہ پن کی صفت کا پایا جانا۔

اسکول کے امتحانات میں فیل ہونا۔

اسکول سے غیر حاضر رہنا۔

جسمانی ساخت میں تبدیلی آ جانا۔

سونے کی عادات میں واضح طور پر تبدیلی محسوس کرنا۔

روپے پیسوں کی طلب یا معمول سے زیادہ رقم کا متوفر ہونا۔

کیونکہ والدین بچوں پر توجہ نہ کے برابر دیتے ہیں، بعد میں

جب بچے کی عادات سیئہ کی اطلاع ملتی ہے، اور یہ کہ بچہ نشہ آور

ادویات کا استعمال کرتا ہے تو اس پر پابندیاں لگا کر رقم دینا بند

کر دیتے ہیں، جس کے نتیجہ میں بچہ چوری کے ذریعہ اپنی

ضروریات پوری کرنے کی راہ کھوج لیتا ہے۔

منشیات کے استعمال کا چسکا اور اس کے

کچھ اہم عوارض:

منشیات کے استعمال سے بدن کو بہت سے عوارض لاحق ہو جاتے ہیں جن میں اہم ترین یہ ہیں:

نظامِ معدہ کا بگڑ جانا، خواہش طعام کا ختم یا کم ہو جانا، جسمانی اعضاء کی ساخت کا بدل اور بگڑ جانا، شکل و صورت کا جلد خراب ہو جانا، آنکھوں کا باہر نکل آنا، رنگ و ہیئت کا بدل جانا، عضلات کا ڈھیلا اور کمزور ہو جانا، کثرت استعمال کے سبب جسم کے افعال میں بے ترتیبی کا پیدا ہو جانا، معمولی محنت سے سانس کا پھولنے لگنا، دل کا ۱۰ فیصد کام بڑھ جانا، چڑچڑاپن، غصہ، سستی، ضد، ڈر، خوف، بد مزاجی کا پیدا ہو جانا، بدن میں رعشہ، نزلہ، زکام کا پیدا ہو جانا، جسم کا لٹک جانا وغیرہ۔

بلکہ بعض اطباء کے بقول:

چالیس سال کے نشہ کی عادت میں مبتلا شخص کی ہیئت ساٹھ

۴۵ قسم کے کیمیائی کارسینوجین سبب ہوتے ہیں جو انسانی جسم میں ہر قسم کے کینسر پیدا کرنے کا باعث بنتے ہیں۔

سگریٹ کے اندر پائے جانے والے تمباکو کا ایک لازمی جزء نکوٹین ہے جو انتہائی زہریلا ہوتا ہے، اور دل کی بیماریوں، فالج، بلڈ پریشر اور نامردی کا سبب بنتا ہے۔

تحقیقات کے مطابق ۲۰۱۰ء میں دنیا بھر میں سگریٹ پینے والوں کی تعداد ایک ارب ۸۰ کروڑ تھی، جن میں سے وفات پانے والے افراد میں ۶۰ لاکھ افراد وہ تھے جو تمباکو نوشی کے نتیجے میں ہونے والی بیماریوں کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔

اندازہ ہے کہ موجودہ صدی میں تمباکو نوشی کے سبب ایک ارب افراد جان سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔

شیشہ نوشی (اس کا طریقہ یہ ہے کہ تمباکو کے دھوئیں کو پانی اور پائپ میں سے گزار کر کھینچا جائے، جسے حقہ بھی کہا جاتا ہے) کرنے والے صرف تمباکو نوشی تک محدود نہیں رہتے، بلکہ اس کے ذریعہ منشیات از قسم چرس، ہیروئن، کوکن وغیرہ استعمال کرتے ہیں، بلکہ بعض اوقات حقہ کے پانی میں شراب ملا کر یا نری شراب میں سے منشیات ملے تمباکو کے کش لگائے جاتے ہیں، اس طور پر یہ عمل سگریٹ کے بالمقابل کئی گنا زیادہ نقصان دہ ثابت ہوتا ہے، اس عمل کا ایک منفی پہلو یہ بھی ہے کہ یہ سگریٹ کے مقابلے میں زیادہ دیر تک پیا جاتا ہے، ایک اور اہم بات یہ ہے کہ تمباکو کے سب سے زیادہ اور جان لیوا بیماریاں پیدا کرنے والے کیمیکل اجزاء: کارسینوجنز، تار، اور نکوٹین، حقہ کشی کے عمل میں کئی گنا بڑھ کر انسان کے اندر داخل ہو جاتے ہیں۔

تحقیقات کے مطابق حقہ کشی کا یہ عمل سگریٹ کے مقابل ۵۰ گنا زیادہ دھواں، ۳۶ گنا زیادہ تار، ۸ گنا زیادہ کاربن مونو آکسائیڈ، اور دو گنا زیادہ نکوٹین پیدا کرتا ہے۔

یہی وہ چیزیں ہیں جو دل، پھیپھڑوں اور جگر کو برباد کرتی ہیں

بنتے ہیں، منجملہ ان امراض کے خلق کی خرابی، جگر کی خرابی، امراض قلب، اسقاط حمل، زخم معده، قبض، گردے کی خرابی، ٹی وی، کھانسی، پھیپھڑوں کی سوجن، کینسر، سر کا درد، بے خوابی، دیوانگی، ضعف اعصاب، فالج، ہارٹ اٹیک، ضعف بصارت، دمہ، سل، خفقان، ضعف باہ، بواسیر، گردے کی خرابی، ذیابیطیس، بلڈ پریشر وغیرہ ہے۔

منشیات کے نقصانات:

بڑی سگریٹ سے لے کر شراب چرس گانجا ہیروئن وغیرہ تک کے استعمال کرنے والوں میں کچھ نقصانات مشترکہ طور پر کی ویشی کے فرق کے ساتھ پائے جاتے ہیں، ذیل میں چند اہم کا تذکرہ فائدہ سے خالی نہیں ہوگا:

سگریٹ یا تمباکو نوشی ۲۵ جان لیوا بیماریوں کا براہ راست سبب ہے، جن میں دل، جگر اور پھیپھڑوں کی بیماریاں، دل کا دورہ، فالج کا حملہ، دمہ، کھانسی، گلے، زبان، ہونٹ، پھیپھڑوں کا کینسر اور ہائپرٹینشن سرفہرست ہیں۔

تمباکو نوشی کا ایک بڑا نقصان یہ ہے کہ یہ تمباکو نوش کو منشیات کے استعمال کی طرف راغب کرتی ہے، اسی لئے آپ محسوس کریں گے کہ چرس، ہیروئن، وغیرہ عموماً سگریٹ کے ذریعہ ہی استعمال کی جاتی ہے۔

ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن کی تحقیقاتی رپورٹوں کے مطابق سگریٹ کے اندر ۶۰۰ سے زائد نشہ آور اجزاء پائے جاتے ہیں۔

نیز یہ کہ سگریٹ کے دھوئیں میں ۴۰۰۰ سے زیادہ کیمیکلز کے ذرات ہوتے ہیں جو جسم میں جا کر جسم کے ہر عضو، خاص طور سے اعضائے ربیہ یعنی دل، دماغ، جگر اور پھیپھڑوں پر مہلک اثرات مرتب کرتے ہیں۔

نیز سگریٹ میں استعمال ہونے والے تمباکو کے دھوئیں میں

جائیں، اور ان کے خطرات میں بہت زیادہ اضافہ ہو جائے، ذیل کے سطور میں نہایت ہی اختصار کے ساتھ انہیں دینی نقصانات کا تذکرہ کیا جا رہا ہے تاکہ امت مسلمہ ہوش کے ناخن لے، اور ان بربادیوں کی طرف بڑھتے ہوئے قدم کو روک لے، اور انسانیت پر رحم و کرم کا معاملہ کرے۔

منشیات کے دینی نقصانات:

سابقہ سطور میں اشارہ کیا جا چکا ہے کہ نشہ خوری اسلام میں سراسر حرام ہے، اسلام کے ماننے والے شخص کے لئے کسی بھی حال میں جائز اور درست نہیں کہ ان نشہ آور اشیاء کا استعمال کرے، اتنا ہی نہیں بلکہ شریعت کے نصوص کی روشنی میں منشیات بہت ساری بربادیوں کا پیش خیمہ ہیں جنہیں اختصار سے ذیل میں ذکر کیا جا رہا ہے:

شراب شیطانی عمل، اور خبیث سامان ہے:

اللہ رب العالمین کا فرمان ہے: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾

”اے ایمان والو شراب، جوا، بت اور پانسے خبیث اور شیطانی اعمال ہیں، ان سے مکمل طور پر اجتناب کرو تاکہ تمہیں فلاح نصیب ہو“۔ (سورۃ المائدہ: ۹۰)

گویا فلاح اور کامیابی کا پانا شیطانی اعمال سے دوری اور فاصلہ بنانے پر منحصر ہے۔

شراب اور جوا مخلوق سے نفرت و دشمنی، اور خالق سے دور کرنے کا شیطانی کامیاب ترین ہتھکنڈہ:

فرمان باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنتُمْ مُنْتَهُونَ﴾

یعنی ”شیطان شراب اور جوا سے تمہارے درمیان دشمنی اور

اور مختلف قسم کے کینسر، دل کے دورے، دمہ، بروئکائیٹس اور ان تمام بیماریوں کا سبب بنتی ہیں جن کا تذکرہ اوپر سگریٹ کے ضمن میں کیا گیا ہے، لیکن اس سے شدید تر پورٹ کے مطابق ایک گھنٹہ کی حقہ کشی دو سو سگریٹ مسلسل پینے سے زیادہ نقصان دہ ہے، بلکہ بعض تحقیقات کے مطابق ۴۰۰ سے ۴۵۰ سگریٹ پینے کے برابر نقصان دہ ہو سکتی ہے۔

یاد رہے یہ نتائج شیشہ نوش کو تمباکو کا کش لینے سے حاصل ہوتی ہیں، لیکن اگر تمباکو کے ساتھ دیگر اور منشیات بھی شامل کر لی جائیں تو اس کے نقصانات بہت زیادہ تباہ کن ہو جائیں گے۔

دنیا بھر میں عام منشیات کے سبب ۵ لاکھ اموات ہوتی ہیں، جبکہ شراب نوشی کے سبب ۲۵ لاکھ، سگریٹ نوشی اور شیشہ نوشی کے سبب ۶۰ لاکھ تک پہنچ جاتی ہیں۔

منشیات کے عمومی اور مشترکہ نقصانات میں سے منہ سے بدبو پھوٹنا بھی ہے۔

تمباکو نوشی سے خون زردی مائل اور پتلا ہو جاتا ہے۔

سوگھنے کی طاقت کمزور ہو جاتی ہے۔

معدہ، آنتوں کی اندرونی سطح پر ایک قسم کا چپکدار مادہ جمع ہو جاتا ہے جو ان کی ساخت کو متاثر کرتا ہے، اور اس سے معدہ خراب ہو جاتا ہے اور بھوک کم لگتی ہے۔

یہ دنیاوی ہلاکتوں اور تباہیوں کا ایک نمونہ ہے جو اس زہر ہلاہل نشہ آور مادہ کے استعمال سے ہمیں درپیش ہے، ان نتائج کو اپنے سامنے رکھنے کے بعد ہر ذی عقل باشعور انسان منشیات کی تباہ کاریوں اور ہلاکت خیزیوں پر نہ صرف یقین کرے گا بلکہ ان مہلک جراثیم سے سماج و معاشرہ کو پاک و صاف کرنا ایک سماجی اور انسانی فریضہ تصور کرے گا۔

ان دنیاوی نقصانات کے ساتھ اگر شریعت اسلامیہ میں مذکور نقصانات بھی ملا لئے جائیں تو ان منشیات کی تباہ کاریاں اور بڑھ

شرابی مسلوب الایمان ہوتا ہے:

پیارے نبی ﷺ نے فرمایا: ”وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِينَ يَشْرَبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ“۔

”شراب پیتے وقت شرابی مومن نہیں رہتا“۔ (رواہ البخاری: ۵۵۷۸)

شراب کی حرمت اور صحابہ کرام کا جذبہ اتباع:

حضرت ابو طلحہ فرماتے ہیں: ”قُمَ يَا أَنَسُ فَأَهْرِقْهَا، فَأَهْرِقْهَا“۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں ابوعبیدہ بن جراح، ابو طلحہ اور ابی بن کعب کو شراب پلا رہا تھا کہ ایک منادی کی آواز آئی کہ شراب حرام کر دی گئی ہے، یہ سنا تھا کہ حضرت ابو طلحہ نے کہا اے انس جاؤ اور شراب کو پھینک دو، چنانچہ میں نے شراب کو انڈیل دیا۔ (دواہ البخاری: ۵۵۸۲)

ایسا ہوتا کیوں ہے؟

ہمارے نوجوانوں میں نشہ کی عادت کہاں سے آتی ہے؟ تجزیاتی مطالعہ کے بعد یہ حقیقت کھل کر سامنے آتی ہے کہ نشہ یا دیگر بری عادتوں کے پیچھے جو اہم اسباب و عوامل کارفرما ہوا کرتے وہ درج ذیل ہیں:

دین سے دوری۔

ترہیت کا فقدان۔

اضرار و نقصانات نیز تمام طرح کے برے انجام سے بے خبری۔

خالی اوقات۔

برے دوست اور ساتھی۔

حالات کا جبر۔

بڑھتی بے روزگاری۔

روز افزوں منہ گائی، وغیرہ یہ وہ اہم ترین اسباب ہیں جو نشہ جیسی بری عادت کے سرایت کرنے اور بچوں میں جڑ پکڑ لینے

نفرت کی بیج بونے، اور تمہیں اللہ کا ذکر کرنے، صلاۃ ادا کرنے سے روکنا چاہتا ہے، تو کیا تم اس شیطانی عمل سے باز آتے ہو؟ (سورۃ المائدہ: ۹۱)

معلوم ہوا کہ شراب انسانیت کے لئے سم قاتل، اور سماج کے اٹوٹ رشتوں کے لئے زہر ہلاٹل ہے۔

شراب خور آخرت کی شراب سے محروم:

”مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ فِي الدُّنْيَا، فَمَاتَ وَهُوَ يَذِمُّهَا، لَمْ يَثْبُثْ مِنْهَا، لَمْ يَشْرَبْ نَهَا فِي الْآخِرَةِ“۔

”یعنی دنیا میں شراب پینے والا شخص توبہ کئے بغیر فوت ہو گیا تو آخرت کے شراب سے محروم کر دیا جائے گا“۔ (سنن النسائی: ۵۶۷۳)

شرابی جہنمیوں کا پسینہ اور پیپ پئے گا:

پیارے نبی ﷺ نے فرمایا: تمام نشہ آور اشیاء حرام ہیں، یقیناً اللہ رب العالمین نے شراب پینے والے کے حق میں یہ عہد لے رکھا ہے کہ اسے طبیعت الخبال پلائے گا، اس کی تفسیر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا: ”عَرَفَ أَهْلُ النَّارِ“ ”أَوْ غَصَاةُ أَهْلِ النَّارِ“۔

”یعنی جہنمیوں کا پسینہ، یا جہنمیوں کا پیپ اسے پلایا جائے گا“۔ (دواہ مسلم: ۲۰۰۲)

شراب فطرت کو مسخ کرنے اور صحیح راستے سے بھٹکانے کا آلہ:

پیارے نبی ﷺ نے دودھ اور شراب کے درمیان اختیار دیئے جانے پر دودھ کو اختیار فرمایا، جبریل علیہ السلام نے اس اختیار پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا: ”الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَاكَ لِلْفُطْرَةِ، وَلَوْ أَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوْتَ أَمَشْكَ“۔

”یعنی اللہ رب العالمین کا شکر و احسان ہے کہ اس نے آپ کو فطرت اختیار کرنے کی توفیق بخشی، اگر آپ نے شراب اختیار کر لیا ہوتا تو آپ کی امت بھٹک جاتی۔ (دواہ البخاری: ۵۵۷۶)

کے پیچھے کارفرما ہیں۔

انسداد منشیات کے آیات:

ساج سے نشہ کا یہ بر عمل ختم ہو سکے اس کے لئے تمام اکانیوں کو مل بیٹھ کر غور و فکر کرنے کے ساتھ نفع بخش طریقہ کار پر عمل پیرا ہونے کا پختہ ارادہ کرنے کی از حد ضرورت ہے، اس عظیم مقصد کی تکمیل کے لئے تین اہم جوانب پر مرکز کام کی ضرورت ہے۔

۱۔ بچاؤ کے پہلو۔

۲۔ نگرانی کے پہلو۔

۳۔ سزا اور عقاب کے پہلو۔

جرمن کا ایک ڈاکٹر کہتا ہے: تم شراب کی دوکانوں میں سے آدھی دوکانوں کو بند کر دو میں تم کو آدھے شفا خانوں، پناہ گاہوں، اور جیل خانوں سے مستغنی کرنے کی ضمانت لیتا ہوں۔ دیکھئے: (شراب اور نشہ آور اشیاء کی حرمت و مضرت: ص: ۹۹)

مشہور منقولہ ہے: ”الوقایۃ خیر من العلاج“۔ ”بچاؤ کا عمل علاج کے عمل سے بہتر ہے“۔ اور یہ بھی میسر اور ممکن ہوگا جب گارجین کی طرف سے اہتمام اور روشن مستقبل کی فکر دامن گیر ہو، جس کے لئے قریب اور دور سے نگرانی کے عمل کا مستمر رہنا از حد ضروری ہے، نبی کریم ﷺ کی زندگی میں ان تمام مراحل کے لئے نمونہ پایا جاتا ہے۔

ذرا تامل کریں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے نواسے کو دیکھا کہ اس نے صدقے کے مال سے کھجور کا ایک دانہ منہ میں ڈال لیا تو آپ نے تنبیہ فرمائی یہ کہتے ہوئے: (کح کح) یعنی اسے تھوک دو، نکال باہر کر دو۔ (بخاری و مسلم)

ایک بار آپ نے اپنی اہلیہ سے گھر میں آئے ہوئے مہمان بچے کے حوالے سے دریافت کیا: ”أَصَلَّى الْغُلَامُ؟ قَالُوا: نَعَمْ۔“

”کیا بچے نے نماز ادا کر لی؟ کہا گیا: ہاں۔ (ابوداؤد

۱۳۵۶، صحیحہ الالبانی)

معلوم ہوا کہ بچوں کے اٹھنے بیٹھنے سونے جاگنے نیز دیگر اہم معمولات زندگی کی فکر دامن گیر رہنا اور بچوں کے حرکت و عمل پر قریب اور دور سے نظر رکھنا نبوی منہج ہے۔

اسی طرح برے اور ناپسندیدہ اعمال پر خشکی، سزا کا عمل فواجش و منکرات کے دلدل میں واقع ہونے سے خوف زدہ رکھے گا، پیارے نبی ﷺ نے بچوں کے حوالے سے فرمایا: ”مُواوِلَ الْأَوْلَادِ كُمْ بِالصَّلَاةِ وَهُمْ أَبْنَاءُ سَنِينَ، وَاضْرِبُوهُمْ عَلَيْهَا، وَهُمْ أَبْنَاءُ عَشْرِ“۔

”یعنی بچوں کو سات سال کی عمر میں نماز کی عادت ڈالیں، دس سال کی عمر میں اگر نماز نہ پڑھیں تو ان کی تادیب کریں“۔ (رواہ ابو داؤد: ۴۹۵، بسند حسن)

ایک روایت میں آپ نے فرمایا: ”علقوا لسوط حیث یراہ اهل البیت“۔

”گھروالوں کے ادب کے لئے گھر کے کسی مرکزی جگہ پر کوڑا لٹکا کر رکھیں جس پر آتے جاتے نظر پڑتی رہے۔ (الصحيحہ: ۱۳۲۶)

معلوم ہوا کہ گھر اور ساج کو پاک صاف رکھنے، گندگی اور گھن والے اعمال سے بچانے کے لئے ضروری ہے کہ مذکورہ تمام پہلوؤں پر محنت صرف کی جائے، اور تربیت کے عمل میں اتقان سے کام لیا جائے، اگر ایسا ہوا تو یقیناً ہم اپنے پاکیزہ مقاصد میں کامیاب ہو سکیں گے، اور انسانیت کے لئے نیک فال ثابت ہوں گے، اللہ رب العالمین ہم سب کو تربیت کے زریں اصول پر عمل پیرا ہونے کی توفیق بخشے آمین۔

*

نکاح اور میاں بیوی کے معاملات

کفایت اللہ سنابلی

نکاح کی اہمیت:

اللہ رب العالمین نے انسانوں کی پیدائش کے چار ذرائع دکھائے ہیں:

۱۔ بغیر مرد و عورت کے، آدم علیہ السلام

۲۔ صرف مرد سے، حوا علیہا السلام

۳۔ صرف عورت سے عیسیٰ علیہ السلام

۴۔ مرد و عورت دونوں سے، دیگر عام انسان

یعنی اللہ رب العالمین کسی بھی طرح انسانوں کی پیدائش پر قادر ہے وہ چاہے تو ایک کن سے ساری انسانیت کی تخلیق کر دے لیکن اللہ نے ایک مرد و عورت کے ازدواج کو افرادِ نسل انسانی کی پیدائش کا ذریعہ بنایا تاکہ انسان ایک دوسرے کے ساتھ رشتوں میں منسلک ہو جائیں اور باہمی میل جول، آپس میں پیار و محبت اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرتے ہوئے اس دنیا میں زندگی گزاریں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ آج ایک انسان کسی دشواری اور مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے تو کئی لوگ اس کی غم خواری و غم گساری، اس کے ساتھ ہمدردی اور تعاون کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں کیونکہ کوئی اس سے کوئی نہ کوئی رشتہ ہوتا ہے۔

اس کے برعکس تصور کیجئے کہ اگر آدم علیہ السلام کی طرح اللہ رب العالمین نے ہر انسان کو بغیر کسی رشتے کے الگ الگ پیدا فرمایا دیا ہوتا تو ایک انسان مشکل و آفت میں تڑپ رہا ہوتا اور

دوسرے انسانوں کے لئے اس کی طرف متوجہ ہونے کی کوئی خاص وجہ نہ ہوتی۔ اللہ رب العالمین نے رشتہ ازدواج کی اس حکمت کو کئی جگہ مختلف اسلوب میں بیان فرمایا ہے ایک جگہ رشتہ ازدواج سے بننے والے نسب اور سسرالی رشتوں کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا
وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا﴾

”وہ ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا، پھر اسے نسب والا اور سسرالی رشتوں والا کر دیا۔ بلاشبہ آپ کا پروردگار (ہر چیز پر) قادر ہے۔“ (الفرقان: ۵۴)

ایک دوسرے مقام پر واضح کیا کہ ایک مرد و عورت کے ملاپ سے انسانوں کو کنبے و قبیلے کی شکل دے دی تاکہ لوگ ایک دوسرے کو پہچان سکیں اور ایک دوسرے کے کام آسکیں:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْثَرَ مَكْمٍ عِنْدَ اللَّهِ اتِّفَاقُكُمْ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ﴾

”اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک (مرد و عورت سے) پیدا کیا ہے اور اس لئے تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچانو، کنبے اور قبیلے بنا دیئے ہیں۔“ (الحجرات: ۱۳)

ایک اور مقام پر اللہ نے اس رشتہ کو پیار و محبت کا ذریعہ اور اپنی نشانی قرار دیا:

عَنْ عَيْنَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي بَكْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”مَا مِنْ ذَنْبٍ أَجْدَرُ أَنْ يَعْجَلَ اللَّهُ لِصَاحِبِهِ الْعُقُوبَةَ فِي الدُّنْيَا مَعَ مَا يَدْخِرُ لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْبَغْيِ وَقَطِيعَةِ الرَّحِمِ“۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ظلم اور قطع رحمی (رشتوں کو توڑنے) سے بڑھ کر کوئی گناہ ایسا نہیں ہے جس کا مرتکب زیادہ لائق ہے کہ آخرت میں سزا کے ساتھ اللہ کی جانب سے دنیا میں بھی جلد سزا دی جائے“۔ (سنن الترمذی ۲۶۲۷/۳) أبواب صفة القيامة والرقائق۔۔۔ رقم: ۲۵۱۱، واسنادہ صحیح

اسلامی نکاح کی خصوصیات:

اسلام میں رشتہ ازدواج کی اہمیت بتلانے کے ساتھ ساتھ اس کا شرعی طریقہ اور اس کے شرعی مقاصد بھی بالتفصیل بیان کر دئے گئے ہیں اس لئے جب مسلمان مرد و عورت شادی و نکاح کریں تو انہیں شریعت کی ان تعلیمات کو پیش نظر رکھنا چاہئے اور ان پر دینی جذبہ سے عمل کرنا چاہئے تاکہ ان کی شادی اسلامی شادی قرار پائے اور ان کی شادیوں سے ممتاز ہو۔

(۱) نکاح کرنا اللہ اور اس کے رسول کا حکم ہے۔

عام لوگ شادی و نکاح اس لئے کرتے ہیں کہ یہ سماج کا تقاضا ہوتا ہے اگر وقت پر شادی نہ ہوئی تو سماج والے سوال اٹھائیں گے، لیکن ایک مسلمان شادی و نکاح اس لئے کرتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے اس کا حکم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ﴾

”تم میں سے جو مرد عورت بے نکاح ہوں ان کا نکاح کر دو اور اپنے نیک بخت غلاموں اور لونڈیوں کا بھی۔ اگر وہ مفلس بھی

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْتَمِرُونَ﴾

”اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہاری ہی جنس سے بیویاں پیدا کیں تاکہ تم ان سے آرام پاؤ اس نے تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی قائم کر دی، یقیناً غور و فکر کرنے والوں کے لئے اس میں بہت سی نشانیاں ہیں“۔ (الروم: ۲۱)

نیز اس رشتہ کی پاسداری کا حکم بھی دیا اور اسے توڑنے سے منع فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾

”اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کر کے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلادیں، اس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتے نا طے توڑنے سے بھی بچو بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے“۔ (النساء: ۱)

اللہ رب العالمین نے قرآن میں اس رشتہ کی اہمیت بتلانے کے ساتھ ساتھ نبی اکرم ﷺ کی زبانی بھی اس کی وضاحت و تاکید فرمائی۔ چنانچہ متعدد احادیث صحیحہ میں رشتوں کو جوڑے رکھنے کا حکم اور اسے توڑنے پر وعید کا بیان ہے بلکہ ایک حدیث میں یہاں تک فرمایا کہ جن گناہوں کی سزا اللہ رب العالمین دنیا میں بھی لازمی طور پر دیتا ہے اور آخرت میں بھی عذاب تیار رکھتا ہے ان میں سے ایک رشتوں کو توڑنا بھی ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ (التوفی: ۲۷۹) نے کہا:

حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ: أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ

(۲) نکاح کرنا اللہ کے رسول ﷺ کی سنت ہے:

اللہ کے نبی ﷺ نے نکاح کا صرف حکم ہی نہیں دیا ہے بلکہ خود بھی نکاح کیا ہے یعنی یہ آپ ﷺ کی عملی سنت بھی ہے اور اللہ کے نبی ﷺ نے اپنی اس سنت کی پیروی کا تاکید حکم بھی دیا ہے چنانچہ:

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ (الموتی: ۲۷۳) نے کہا:

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْأَزْهَرِ قَالَ: حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ: حَدَّثَنَا عِيسَى بْنُ مِيمُونٍ، عَنِ الْقَاسِمِ، عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "الْبُكَاحُ مِنْ سُنَّتِي، فَمَنْ لَمْ يَعْمَلْ بِسُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي، وَتَزَوَّجُوا، فَإِنِّي مُكَاثِرُكُمْ الْأَمَمَ، وَمَنْ كَانَ ذَا طَوْلٍ فَلْيَنْكِحْ، وَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَعَلَيْهِ بِالصَّيَامِ، فَإِنَّ الصَّوْمَ لَهُ وَجَاءٌ"۔

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”نکاح میری سنت اور میرا طریقہ ہے، تو جو میری سنت پہ عمل نہ کرے وہ مجھ سے نہیں ہے، تم لوگ شادی کرو، اس لیے کہ میں تمہاری کثرت کی وجہ سے دوسری امتوں پر (قیامت کے دن) فخر کروں گا، اور جو صاحب استطاعت ہوں شادی کریں، اور جس کو شادی کی استطاعت نہ ہو وہ روزے رکھے، اس لیے کہ روزہ اس کی شہوت کو کچلنے کا ذریعہ ہے“۔ (سنن ابن ماجہ: ۱/۵۹۲) کتاب النکاح: باب ما جاء في فضل النكاح، رقم: ۱۸۳۶، والحدیث صحیح بالشواہد

لہذا ایک مسلمان شادی کرتا ہے تو اس کی نیت سماج کے رسم و رواج کو نبھانے کی نہیں بلکہ اپنے نبی ﷺ کی سنت پر عمل کی ہوتی ہے۔

(۳) نکاح تحفظ عزت کا ضامن ہے:

نکاح کے ذریعہ مسلمان کا ایک بنیادی مقصد یہ بھی ہوتا ہے کہ اس کے ذریعہ اس کی عزت کی حفاظت ہوگی اگر کوئی اس ارادہ سے نکاح کرتا ہے تو اللہ اس معاملے میں اس کی ضرور مدد کرتا

ہوں گے تو اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی بنادے گا۔ اللہ تعالیٰ کشادگی والا اور علم والا ہے“۔ (النور: ۳۲)

امام بخاری رحمہ اللہ (الموتی: ۲۵۶) نے کہا:

حَدَّثَنَا غَمَرُ بْنُ حَفْصٍ بْنِ غِيَاثٍ، حَدَّثَنَا أَبِي، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، قَالَ: حَدَّثَنِي عَمَارَةُ، عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَزِيدٍ، قَالَ: دَخَلْتُ مَعَ عَلْقَمَةَ، وَالْأَسْوَدِ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ، فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ: "كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَبَابًا لَا نَجِدُ شَيْئًا، فَقَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ، مَنِ اسْتَطَاعَ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغْضَى لِلْبَصْرِ وَأَخْصَنَ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وَجَاءٌ"۔

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ”ہم نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں نوجوان تھے اور ہمیں کوئی چیز میسر نہیں تھی۔ نبی کریم ﷺ نے ہم سے فرمایا کہ نوجوانوں کی جماعت! تم میں جسے بھی نکاح کرنے کی طاقت ہو اسے نکاح کر لینا چاہئے کیونکہ یہ نظر کو نیچی رکھنے والا اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے والا عمل ہے اور جو کوئی نکاح کی طاقت نہ رکھتا ہو اسے چاہیے کہ روزہ رکھے کیونکہ روزہ اس کی خواہشات نفسانی کو توڑ دے گا“۔ (صحیح البخاری: ۷/۷۳) کتاب النکاح: باب من لم يستطع الباءة فليصم، رقم: ۵۰۶۶

لہذا بوقت نکاح ایک مسلمان کی نیت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی فرمانبرداری ہونی چاہئے اگر اسی جذبہ و خیال سے ایک مسلمان شادی کرے تو اس کا یہ عمل دینی و اسلامی ہوگا اور آخرت میں اس پر ثواب ملے گا ورنہ اگر یہ عمل تو کر لیا گیا لیکن اس کے پیچھے نیت کتاب و سنت کی اتباع کے بجائے سماج کی تقلید ہو تو یہ نکاح اسلامی نکاح ہوگا ہی نہیں کیونکہ اسلام میں صحیح نیت کے بغیر کسی عمل کا اعتبار ہی نہیں۔

ہے۔

امام نسائی رحمہ اللہ (التوفی: ۳۰۳) نے کہا:

أَخْبَرَنَا قُتَيْبَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ، عَنْ سَعِيدٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "ثَلَاثَةٌ حَقُّ عَلَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ عَوْنُهُمْ: الْمَكَاتِبُ الَّتِي يُرِيدُ الْأَدَاءُ، وَالنَّاسِكُ الَّذِي يُرِيدُ الْعَفَافَ، وَالْمُجَاهِدُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ"۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تین (طرح کے لوگ) ہیں جن کی مدد کرنا اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لازم و ضروری کر لیا ہے (ایک) وہ مکاتب جو مقررہ رقم ادا کر کے آزادی حاصل کر لینے کے لیے کوشاں ہو۔ (دوسرا) ایسا نکاح کرنے والا جو شادی کر کے عفت و پاکدامنی کی زندگی بسر کرنا چاہتا ہو (تیسرا) وہ مجاہد جو اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کے لیے نکلا ہو"۔ (سنن النسائي ۶۱۶۶) کتاب النکاح: باب: معونة الله الناكح الذي يريد العفاف، رقم: ۳۲۱۸، وإسناده حسن

(۴) نکاح اور وظیفہ ازدواج باعث اجر و ثواب ہے:

اسلام نے شادی کے بعد ازدواجی تعلقات کے مہذب اصول و ضابطے بتائے جن کی روشنی میں مسلمان وظیفہ ازدواج کو انجام دیتا ہے تو اس پر بھی اجر و ثواب کا وعدہ ہے۔

امام مسلم رحمہ اللہ (التوفی: ۲۶۱) نے کہا:

حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ أَصْمَاءَ الضُّبَعِيُّ، حَدَّثَنَا مَهْدِيُّ بْنُ مَيْمُونٍ، حَدَّثَنَا وَاصِلٌ، مَوْلَى أَبِي غُبَيْنَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ عَقِيلٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ، عَنْ أَبِي الْأَسْوَدِ الدِّبَلِيِّ، عَنْ أَبِي ذَرٍّ، أَنَّ نَاسًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "يَا رَسُولَ اللَّهِ، ذَهَبَ أَهْلُ الدُّثُورِ بِالْأُجُورِ، يُضْلَوْنَ كَمَا نُضَلِّي، وَيُضْمَوْنَ كَمَا نَضْمُو، وَيَتَصَدَّقُونَ بِفُضُولِ أَمْوَالِهِمْ، قَالَ

: "أَوَلَيْسَ قَدْ جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ مَا تَصَدَّقُونَ؟ إِنَّ بِكُلِّ تَنْسِيخَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلِّ تَكْبِيرَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلِّ تَحْمِيدَةٍ صَدَقَةٌ، وَكُلِّ تَهْلِيلَةٍ صَدَقَةٌ، وَأَمْرٍ بِالْمَعْرُوفِ صَدَقَةٌ، وَنَهْيٍ عَنْ مُنْكَرٍ صَدَقَةٌ، وَفِي بَضْعِ أَحَدِكُمْ صَدَقَةٌ، قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ، أَيَأْتِي أَحَدُنَا شَهَوْتُهُ وَيَكُونُ لَهُ فِيهَا أَجْرٌ؟ قَالَ: أَرَأَيْتُمْ لَوْ وَضَعَهَا فِي حَرَامٍ أَتَّكَانَ عَلَيْهِ فِيهَا وَرْزٌ؟ فَكَذَلِكَ إِذَا وَضَعَهَا فِي الْحَلَالِ كَانَ لَهُ أَجْرٌ"۔

ابوالاسود دلیلی سے روایت ہے کہ سیدنا ابوذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ: "چند اصحاب رضی اللہ عنہم، نبی ﷺ کے پاس آئے اور عرض کی اے اللہ کے رسول! مال والے سب مال لوٹ لے گئے، اس لیے کہ وہ نماز پڑھتے ہیں جیسے ہم پڑھتے ہیں اور روزہ رکھتے ہیں جیسے ہم روزہ رکھتے ہیں اور صدقہ دیتے ہیں اپنے زائد مالوں سے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تمہارے لیے بھی تو اللہ تعالیٰ نے صدقہ کا سامان کر دیا ہے کہ ہر شیخ صدقہ ہے اور ہر بکیر صدقہ ہے اور ہر تحمید صدقہ ہے اور ہر بار لا الہ الا اللہ کہنا صدقہ ہے اور اچھی بات سکھانا صدقہ ہے اور بری بات سے روکنا صدقہ ہے اور ہر شخص کے بدن کے ٹکڑے میں صدقہ ہے۔ لوگوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! ہم میں سے کوئی شخص اپنی شہوت پوری کرتا ہے (یعنی اپنی بیوی سے صحبت کرتا ہے) تو کیا اس میں ثواب ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیوں نہیں دیکھو تو اگر اسے حرام میں صرف کر لے تو وبال ہوا کہ نہیں؟ اسی طرح جب حلال میں صرف کرتا ہے تو ثواب ہوتا ہے"۔ (صحیح مسلم: ۶۹۷۳) کتاب الزکاة: باب بیان أن اسم الصدقة يقع على كل نوع من المعروف، رقم: ۱۰۰۶

(۵) نیک شریک حیات دنیا کا سب سے بہترین متاع ہے:

بیوی نیک اور صالح ہو تو اسلام نے اسے مرد کے لئے روئے زمین کا سب سے بہترین متاع قرار دیا ہے۔

امام مسلم رحمہ اللہ (التوفی: ۲۶۱) نے کہا:

ہولیکن اسلام اس بات پر زور دیتا ہے کہ نئے رشتہ کی شروعات میں دینداری کو ترجیح دی جائے تاکہ اگلی نسل بھی انہیں کی طرح دیندار ہو۔

(۷) نکاح اور آرزوئے رسول ﷺ کی تکمیل:

شادی سے ایک مسلمان اللہ کے نبی ﷺ کی ایک آرزو کی تکمیل میں بھی حصہ لیتا ہے۔

امام أبوداؤد رحمہ اللہ (التوفی: ۲۷۵) نے کہا:

حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا مُسْتَلِيمُ بْنُ سَعِيدٍ ابْنُ أَخْتِ مَنْصُورِ بْنِ زَادَانَ، عَنْ مَنْصُورٍ يَغْنِي ابْنَ زَادَانَ، عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ، عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ، قَالَ: "جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنِّي أَصَبْتُ امْرَأَةً ذَاتَ حَسَبٍ وَجَمَالٍ، وَإِنِّهَا لَا تَلِدُ، أَفَأَتَزَوَّجُهَا، قَالَ: لَا تُمْ أَتَاهَا الثَّانِيَةَ فَنَهَا، ثُمَّ أَتَاهَا الثَّلَاثَةَ، فَقَالَ: تَزَوَّجُوا الْوَلَدَ الْوَلَدُ لَوْ دَفِئْتِي مُكَاثِرُكُمْ الْأُمَمَ"۔

معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ: "رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے عرض کیا: مجھے ایک عورت ملی ہے جو اچھے خاندان والی ہے، خوبصورت ہے لیکن اس سے اولاد نہیں ہوتی تو کیا میں اس سے شادی کر لوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، پھر وہ آپ کے پاس دوسری بار آیا تو بھی آپ ﷺ نے اس کو منع فرمایا، پھر تیسری بار آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: خوب محبت کرنے والی اور خوب جننے والی عورت سے شادی کرو، کیونکہ (بروز قیامت) میں تمہاری کثرت کی وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا"۔ (سنن أبی داؤد (۲۲۰/۲) کتاب النکاح: باب النهی عن تزویج من لم یلد من النساء، رقم: ۲۰۵۰)

(۸) شادی کے بعد نیک اولاد صدقہ جاریہ:

امام مسلم رحمہ اللہ (التوفی: ۲۶۱) نے کہا:

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ، وَقُتَيْبَةُ يَغْنِي ابْنَ سَعِيدٍ، وَابْنُ

حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ الْهَمْدَانِيُّ، حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ، حَدَّثَنَا حَيْوَةُ، أَخْبَرَنِي شُرَحْبِيلُ بْنُ شَرِيكٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْخُبَلِيَّ، يُحَدِّثُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: "الْذُّنْيَا مَتَاعٌ، وَخَيْرُ مَتَاعِ الدُّنْيَا الْمَرْأَةُ الصَّالِحَةُ"۔

سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "پوری دنیا منفعت کی چیز ہے اور دنیا کی بہترین منفعت نیک عورت ہے"۔ (صحیح مسلم (۱۰۹۰/۳) کتاب الرضاع: باب خیر متاع الدنیا المرأة الصالحة، رقم: ۱۳۶۷)

(۶) نکاح سے ایک دین دار گھرانے کی آبادی:

نکاح سے ایک مسلمان کا مقصود نیک نسل اور دیندار گھرانے کی آبادی ہے۔

حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ، حَدَّثَنَا يَحْيَى، عَنْ غُبَيْدِ اللَّهِ، قَالَ: حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ: لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَجَمَالِهَا وَلِدِينِهَا، فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ، تَرِبَتْ يَدَاكَ"۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "کہ عورت سے نکاح چار چیزوں کی بنیاد پر کیا جاتا ہے اس کے مال کی وجہ سے، اس کے خاندانی شرف کی وجہ سے، اس کی خوبصورتی کی وجہ سے اور اس کے دین کی وجہ سے اور تو دیندار عورت سے نکاح کر کے کامیابی حاصل کر، اگر ایسا نہ کرے تو تیرے ہاتھوں کو مٹی لگے گی (یعنی اخیر میں تجھ کو ندامت ہو گی)"۔ (صحیح البخاری (۷/۷)، کتاب النکاح: باب الاكفاء فی الدین، رقم: ۵۰۹۰)

اس حدیث میں بتایا گیا کہ دنیا والے رشتہ کے انتخاب میں عام طور سے مادی و نسی دیکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ ان کا اگلا گھرانہ مال و دولت یا حسب و نسب کے اعتبار سے انہیں جیسا

عَلَى بَعْضٍ وَبِمَا انْفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ»

”مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے کہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں“۔ (النساء: ۳۴)

شادی کے بعد ایک شوہر جب کما حقہ اور بحسن و خوبی یہ ذمہ داری سنبھالتا ہے تو اس کے اندر نظم و ضبط، غور و فکر، صبر و تحمل، محنت و لگن اور سعی و جفاکشی کی ایسی خوبیاں پیدا ہوتی ہیں کہ وہ نہ صرف اپنے گھر کی دیکھ بھال کے قابل ہوتا ہے بلکہ باہر کی دنیا میں بھی بڑی بڑی ذمہ داریاں سنبھالنے کے لائق ہو جاتا ہے۔

میاں بیوی کے حقوق:

نکاح ایک عقد یعنی عہد و پیمان (Agreement) ہے جس میں میاں بیوی دونوں اپنی اپنی ذمہ داریاں نبھانے اور ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کا عہد کرتے ہیں، آئندہ چل کر رشتہ نکاح میں بقاء و دوام طرفین کی طرف سے اس عہد و پیمان کی پاسداری ہی پر منحصر ہے۔ افسوس ہے کہ اکثر مرد عورت کو بوقت نکاح کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ نکاح کے بعد ایک دوسرے کے حقوق کیا ہوں گے؟ ایک دوسرے کے ساتھ زندگی کیسے گزارنی ہے؟ ایک دوسرے کی ذمہ داریاں کیا ہوں گی؟ ان سب سے غافل ہو کر ابتداء میں صرف زفاف تک ہی ساری سوچ محدود رہتی ہے۔

اور پھر جب کچھ وقت گزرنے کے بعد حالات خود متقاضی ہو جاتے ہیں کہ زوجین میں سے ہر ایک اپنی ذمہ داری سنبھالے اور دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کرے۔ شوہر قوامیت کا ثبوت دیتے ہوئے خوب محنت و لگن سے رزق حلال حاصل کرے جس سے اپنی بیوی کے لئے نفقہ و سکنی کا مناسب بندوبست کرے اور گھر کے جملہ لوازمات اور دیگر ضروریات زندگی مہیا کرے۔

حُجْرٍ، قَالُوا: حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ هُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ، عَنِ الْعَلَاءِ، عَنْ أَبِيهِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: ”إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ: إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ، أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ، أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ“۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جب آدمی مر جاتا ہے تو اس کا عمل موقوف ہو جاتا ہے مگر تین چیزوں کا ثواب جاری رہتا ہے۔ ایک صدقہ جاریہ کا۔ دوسرے علم کا جس سے لوگ فائدہ اٹھائیں۔ تیسرے نیک بخت بچے کا جو دعا کرے اس کے لیے“۔ (صحیح مسلم: ۱۲۵۸/۳) کتاب الوصیۃ: باب ما یلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته، رقم: ۱۶۳۱

(۹) نکاح خاندانی روابط و تعلقات کا ذریعہ:

شادی کے بعد صرف شوہر و بیوی کے مابین ہی رشتہ قائم نہیں ہوتا ہے بلکہ شوہر و بیوی دونوں کے خاندان ایک رشتہ میں جڑ جاتے ہیں۔ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا﴾

”وہ ہے جس نے پانی سے انسان کو پیدا کیا، پھر اسے نسب والا اور سسرالی رشتوں والا کر دیا۔ بلاشبہ آپ کا پروردگار (ہر چیز پر) قادر ہے“۔ (الفرقان: ۵۳)

اس طرح شادی معاشرتی زندگی میں ایک دوسرے کے ساتھ ربط و تعلق محبت و مودت اور اخوت و بھائی چارہ کا ذریعہ بنتی ہے۔

(۱۰) نکاح شوہر کے لئے قوامیت اور احساس ذمہ داری:

شادی کے بعد شوہر اپنی بیوی کے لئے قوام ہوتا ہے اس پر نہ صرف بیوی بلکہ سارے بچوں کے اخراجات اور ان کی حسن تربیت اور دیکھ بھال کی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ

کا وہ مجاز بھی ہو، جب بھی اگر معاملہ سنگین نہ ہو تو رشتہ جوڑنے ہی کا مشورہ دینا چاہئے۔

امام بخاری رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۵۶) نے کہا:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ، أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، ”أَنَّ زَوْجَ بَرِيرَةَ كَانَ عَبْدًا يُقَالُ لَهُ مَغِيثٌ، كَانَتْ تَنْظُرُ إِلَيْهِ يَطُوفُ خَلْفَهَا يَبْكِي وَدُمُوعُهُ تَسِيلُ عَلَى لِحْيَتِهِ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَبَّاسٍ: يَا عَبَّاسُ، أَلَا تَعْجَبُ مِنْ حُبِّ مَغِيثِ بَرِيرَةَ، وَمِنْ بَغْضِ بَرِيرَةَ مَغِيثًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ رَأَيْتَهُ قَالَتْ: يَا رَسُولَ اللَّهِ تَأْمُرُنِي؟ قَالَ: إِنَّمَا أَنَا أَشْفَعُ قَالَتْ: لَا حَاجَةَ لِي فِيهِ“۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ: ”بریرہ رضی اللہ عنہا کے شوہر غلام تھے اور ان کا نام مغیث تھا۔ گویا میں اس وقت ان کو دیکھ رہا ہوں جب وہ بریرہ رضی اللہ عنہا کے پیچھے پیچھے روتے ہوئے پھر رہے تھے اور آنسوؤں سے ان کی داڑھی تر ہو رہی تھی۔ اس پر نبی کریم ﷺ نے عباس رضی اللہ عنہ سے فرمایا: عباس! کیا تمہیں مغیث کی بریرہ سے محبت اور بریرہ کی مغیث سے نفرت پر حیرت نہیں ہوئی؟ آخر نبی کریم ﷺ نے بریرہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ کاش! تم اس کے بارے میں اپنا فیصلہ بدل دیتیں۔ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ مجھے اس کا حکم فرما رہے ہیں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں صرف سفارش کر رہا ہوں۔ انہوں نے اس پر کہا کہ مجھے مغیث کے پاس رہنے کی خواہش نہیں ہے۔“ (صحیح البخاری ۴۸۷۷) کتاب الطلاق: باب شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی زوج بریرہ، رقم: ۵۲۸۳

اس واقعہ میں بریرہ رضی اللہ عنہا اپنے شوہر سے الگ ہونے کا حق رکھتی تھیں شرعی طور پر انہیں اس کا جواز حاصل تھا پھر بھی اللہ کے نبی ﷺ نے کوشش یہی کی کہ یہ رشتہ ٹوٹنے سے بچ جائے۔

اور بیوی اپنے شوہر کے کسب و انفاق کی قدر کرے، اور یہ محسوس کرے کہ شوہر اس کی خاطر نہ صرف یہ کہ اضافی ڈیوٹی کرتا ہے بلکہ نہ جانے کس کس موڑ پر کیسی کیسی قربانیاں پیش کرتا ہے کہیں اپنے جذبات پر زمانے کے زخموں کو برداشت کرتا ہے کہیں اپنی انا پر یاروں کے وار سہتا ہے۔ یہ سب اس لئے کہ اسے اپنی بیوی بچوں کو صحیح و سالم دیکھنا ہے ورنہ خود کے کھانے اور رہنے کے لئے اسے چند گھڑی کی دوڑ دھوپ ہی کافی ہے اور جذبات و انا کی راہ میں آنے والی ہر چنگاری کو راہ کرنے کی وہ بخوبی صلاحیت رکھتا ہے۔

بیوی اس احساس کے ساتھ شوہر کی قربانیوں کی قدر کرے اور اس کے ساتھ وفاداری پر کوئی آنچ نہ آنے دے، گھریلو کام کاج کا خیال رکھے اولاد کی تربیت کرے اور شوہر کی خدمت اور اس کے ذہنی و جسمانی سکون کا وہ بندوبست کرے کہ شوہر دن بھر کی تھکان و مشقت بھول کر راحت و سکون اور فرحت و انبساط کے دریا میں غرق ہو جائے اور اگلے دن پھر اپنی ذمہ داری کی ادائیگی کے لئے پوری طرح تازہ دم اور شیط ہو کر گھر سے نکلے۔

میاں بیوی کے حقوق کا موضوع بہت تفصیل کا طالب ہے لیکن یہ مضمون اس تفصیل کا متحمل نہیں ہے اس موضوع پر مستقل کتابیں موجود ہیں ان کی طرف مراجعت کی جائے۔

میاں بیوی کے معاملات اور متعلقین کی

ذمہ داریاں:

میاں بیوی کے مابین بگاڑ اور ناچاقی کی صورت میں تیسرے فریق کو صرف ایک طرف کی بات سن کر کوئی رائے و مشورہ نہیں دینا چاہئے بلکہ دونوں طرف سے باتیں سننے کے بعد ہی لب کشائی کرنی چاہئے اور کوشش یہی ہونی چاہئے کہ دونوں کے بیچ صلح و صفائی کی سبیل پیدا ہو اور رشتہ ٹوٹنے سے بچ جائے۔

حتیٰ کہ فریقین میں سے کوئی حق بجانب بھی ہو اور رشتہ توڑنے

فتنہ و فساد برپا ہو۔

اسلام نے ایسی حرکت کی سخت مذمت کی ہے بلکہ اللہ کے نبی ﷺ نے ایسا کرنے والوں سے اپنا رشتہ توڑنے کا اعلان کیا ہے۔

امام ابو داؤد رحمہ اللہ (التوفی: ۲۵۷) نے کہا:

حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ، حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْخَبَابِ، حَدَّثَنَا عَمَّارُ بْنُ زُرَيْقٍ، عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عِيسَى، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرٍ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَيْسَ مِنَّا مَنْ خَبَبَ امْرَأَةً عَلَى زَوْجِهَا، أَوْ عَبْدًا عَلَى سَيِّدِهِ"۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص کسی عورت کو اس کے شوہر سے یا غلام کو مالک سے برگشتہ کرے وہ ہم میں سے نہیں“۔ (سنن ابی داؤد: ۲۵۳/۲)، کتاب الطلاق: باب فیمن خبب امرأة علی زوجها، رقم: ۲۱۷۵)

اس حدیث میں اللہ کے نبی ﷺ نے مسلمانوں کو دو قبیح حرکتوں سے منع فرمایا ہے۔

ایک یہ کہ کسی گھر کے خادم کو اس گھر والوں کے خلاف اتنا اکسایا جائے اور اسے اس قدر بہلایا پھسلایا جائے کہ یہ خادم اس گھر والوں کی خدمت سے الگ ہو جائے۔

اور دوسری یہ کہ کسی شادی شدہ عورت کو اس کے شوہر کے خلاف بھڑکایا جائے، آج ہمارے معاشرے میں یہ حرکت انجام دینے والوں کی کمی نہیں ہے۔ عارضی مفاد کے حصول کے لئے لوگ دوسروں کی بیویوں پر ڈورے ڈالتے ہیں، ان کے دلوں میں ان کے شوہروں کے خلاف نفرت بھرتے ہیں، انہیں خوشگوار مستقبل اور نام نہاد پیار و محبت کی ایسی لالچ دیتے ہیں کہ یہ بیویاں یا تو اپنے شوہروں کو چھوڑ کر بھاگ جاتی ہیں یا بابتنگ دہل طلاق و خلع کا مطالبہ کرتی ہیں، بلکہ بسا اوقات تو اپنے شوہروں

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میاں بیوی کے درمیان جدائی کا معاملہ سامنے آئے اور کوئی سنگین بات نہ ہو تو دونوں کو ملانے ہی کی کوشش کرنی چاہئے۔ بلکہ اس کی خاطر اسلام نے جھوٹ بولنے تک کی اجازت دی ہے۔

امام مسلم رحمہ اللہ (التوفی: ۲۶۱) نے کہا:

حَدَّثَنِي حُزْمَةُ بْنُ يَحْيَى، أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ، أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، أَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ، أَنَّ أُمَّهُ أُمَّ كَلْثُومَ بِنْتَ عُقْبَةَ بْنِ أَبِي مُعَيْطٍ، وَكَانَتْ مِنَ الْمَهْجَرَاتِ الْأَوَّلِ، اللَّاتِي بَايَعْنَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَخْبَرْتُهُ أَنَّهَا سَمِعَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَهُوَ يَقُولُ: "لَيْسَ الْكَذَّابُ الَّذِي يَضْلُحُ بَيْنَ النَّاسِ، وَيَقُولُ خَيْرًا وَيَنْجِي خَيْرًا قَالَ ابْنُ شِهَابٍ: وَلَمْ أَسْمَعْ يُرَخَّصُ فِي شَيْءٍ مِمَّا يَقُولُ النَّاسُ كَذِبَ إِلَّا فِي ثَلَاثٍ: الْحَزَبِ، وَالْإِصْلَاحِ بَيْنَ النَّاسِ، وَحَدِيثِ الرَّجُلِ امْرَأَتَهُ وَحَدِيثِ الْمَرْأَةِ زَوْجَهَا"۔

ام کلثوم رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ ﷺ فرماتے تھے: ”جھوٹا وہ نہیں ہے جو لوگوں میں صلح کرائے اور بہتر بات کہے یا لگائے۔ ابن شہاب نے کہا: میں نے نہیں سنا کسی جھوٹ میں رخصت دی گئی ہو مگر تین مقامات میں ایک تو لڑائی میں، دوسرے لوگوں میں صلح کرانے کو، تیسرے خاندان کو بی بی سے اور بی بی کو خاوند سے بات کرتے ہوئے“۔ (صحیح مسلم ۱۳/۲۰۱۱) کتاب البر والصلة والآداب: باب تحريم الكذب وبيان ما يباح منه، رقم: ۲۶۰۵)

لیکن افسوس ہے کہ آج لوگوں کا ذہن اس قدر فساد پسند ہو گیا ہے کہ وہ دو فریق کے بیچ صلح کے لئے جھوٹ بولنا تو دور کی بات وہ ایسی بیج بات بھی بولنے پر تیار نہیں ہوتے جس سے دونوں کے بیچ صلح ہو جائے، بلکہ اس کے برعکس ایسی جھوٹی اور خلاف حقیقت باتیں منتشر کرتے ہیں جس سے دو لوگوں کے بیچ لڑائی و جھگڑا اور

کے قتل تک پر آمادہ ہو جاتی ہیں۔

اللہ کے نبی ﷺ نے ایسا کرنے والے کے لئے بھی ”فَلَيْسَ مِنَّا“ کہا ہے کہ وہ ہم میں سے نہیں۔ یعنی یہ کام ایک مسلمان کا ہو ہی نہیں سکتا، قرآن کی ایک آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ یہودیوں کا عام مشغلہ تھا کہ وہ میاں بیوی کے درمیان جدائی ڈالنے کا کام کرتے تھے بلکہ اس فعل شنیع کے لئے وہ جادو اور منتر بھی استعمال کرتے تھے۔ اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وَلَكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا وَيَعْلَمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا أُنزِلَ عَلَى الْمَلَائِكِينَ بِبَابِلَ هَاوَتْ وَمَا يَعْلَمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّى يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ وَمَا هُمْ بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ﴾

”بلکہ یہ کفر شیطانوں کا تھا، وہ لوگوں کو جادو سکھایا کرتے تھے، اور بابل میں ہاروت ماروت دو فرشتوں پر جواتارا گیا تھا، وہ دونوں بھی کسی شخص کو اس وقت تک نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ دیں کہ ہم تو ایک آزمائش ہیں تو کفر نہ کر، پھر لوگ ان سے وہ سیکھتے جس سے خاوند و بیوی میں جدائی ڈال دیں اور دراصل وہ بغیر اللہ تعالیٰ کی مرضی کے کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔“ (البقرة: ۱۰۲)

بلکہ یہ فساد کی کام شیطان کے چیلوں کا اور ابلیس کا پسندیدہ کام ہے۔ جیسا کہ مسلم کی اس حدیث میں ہے:

امام مسلم رحمہ اللہ (التوفی: ۲۶۱) نے کہا:

حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَاللَّفْظُ لِأَبِي كُرَيْبٍ قَالَا: أَخْبَرَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ، عَنْ أَبِي سَفْيَانَ، عَنْ جَابِرٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”إِنَّ إِبْلِيسَ يَضَعُ عَرْشَهُ عَلَى الْمَاءِ، ثُمَّ يَبْعَثُ سَرَايَاهُ، فَأَذْنَاهُمْ مِنْهُ مَنْزِلَةً أَعْظَمُهُمْ

فِتْنَةً، يَجِيءُ أَحَدَهُمْ فَيَقُولُ: فَعَلْتُ كَذَا وَكَذَا، فَيَقُولُ: مَا صَنَعْتَ شَيْئًا، قَالَ ثُمَّ يَجِيءُ أَحَدَهُمْ فَيَقُولُ: مَا تَرَكْتُهُ حَتَّى فَرَّقْتُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ امْرَأَتِهِ، قَالَ: فَيَذْنِيهِ مِنْهُ وَيَقُولُ: نَعَمْ أَنْتَ قَالَ الْأَعْمَشُ: أَرَأَيْتَ قَالَ: فَيَلْتَزِمُهُ“۔

جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ابلیس اپنا تخت پانی پر رکھتا ہے، پھر اپنے لشکروں کو دنیا میں فساد برپا کرنے کو بھیجتا ہے۔ پس سب سے بڑا فتنہ بازار اس کا سب سے زیادہ قریبی ہوتا ہے۔ کوئی شیطان ان میں سے آ کر کہتا ہے کہ میں نے فلاں فلاں کام کیا (یعنی فلاں سے چوری کرائی، فلاں کو شراب پلائی وغیرہ) تو شیطان کہتا ہے کہ تو نے کچھ بھی نہیں کیا۔ پھر کوئی آ کر کہتا ہے کہ میں نے فلاں کو نہ چھوڑا، یہاں تک کہ اس میں اور اس کی بیوی میں جدائی کرادی۔ تو اس کو اپنے سے قریب کر لیتا ہے اور کہتا ہے کہ ہاں تو نے بڑا کام کیا ہے۔ اعمش نے کہا، میرا خیال ہے کہ اس کو اپنے ساتھ چمٹا لیتا ہے۔“ (صحیح مسلم (۳/۲۱۶) کتاب صفة القيامة والجنة والنار: باب تحريش الشيطان وبعثه سراياه لفتنة الناس وأن مع كل إنسان قريناً، رقم: ۲۸۱۳)

اس حدیث میں غور کیجئے کہ کسی عورت کو اس کے شوہر کے خلاف بھڑکانا یہ ابلیس کے چیلوں کا کام ہے، اور ابلیس کو اس پر بے انتہا خوشی ہوتی ہے جس سے ظاہر ہے کہ یہ معاشرہ کا بہت بڑا فساد ہے اللہ کے نبی ﷺ نے ایسا کرنے والوں کو مسلمانوں کی جماعت سے خارج قرار دیا ہے، لہذا اگر ایک مسلمان کو اپنا اسلام عزیز ہے تو اسے اس طرح کی حرکتوں سے دور رہنا چاہئے۔

*

مشورہ کی اہمیت: اصول و آداب

ممتاز احمد سلفی (داعی جمعیت اہل حدیث گلبرگہ)

مشورہ کی اہمیت: مشورہ کے ذریعہ ایک طرف منسلک افراد کی دلجوئی ہوتی ہے تو دوسری طرف ان کی صلاحیتوں سے اجتماعی فائدہ اٹھانا ممکن ہو جاتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ لوگوں کی انفرادی فکر کو اجتماعی نظام اور باہمی شرکت فکر و عمل کا موقع فراہم کرنے کا امکان ہوتا ہے، اسی وجہ سے نبی ﷺ نے بیشتر مقامات پر صحابہ کرام سے مشورہ لیا اور اسی کے مطابق بسا اوقات عمل آوری ہوئی، جیسا کہ اسیران بدر سے متعلق آپ نے صحابہ سے مشورہ لیا اور غزوہ احد کے موقع پر مقام جنگ کی تعیین کے لئے بھی صحابہ کرام سے مشورہ لیا اور پھر اس کے بعد ہی جگہ کی تعیین فرمائی، حضرت انس بن مالک اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کے بموجب نبی ﷺ نے مدنی زندگی کے آغاز میں نماز باجماعت کے لئے لوگوں کو اکٹھا کرنے کے طریقہ کے بابت اجتماعی مشورہ طلب کیا جس میں متعدد صحابہ نے اپنی اپنی رائے پیش فرمائی، نتیجہ اذان کا مسئلہ جماعت کے وقت کی اطلاع کے لئے طے پایا، اسی طرح دیگر مثالیں نبی ﷺ کے مشورہ لینے سے متعلق کتب احادیث و سیرت میں موجود ہیں جن سے مشورہ کی اہمیت کا پتا چلتا ہے۔

نبی ﷺ کے بعد خلفائے راشدین بھی اسی منہج پر قائم رہے، مثلاً حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا لشکر اسامہ کی روانگی سے متعلق صحابہ سے مشورہ طلب کرنا، اسی طرح مانعین زکوٰۃ سے متعلق بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مشورہ طلب کرنا ثابت ہے، ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت میں

انسانی فطرت کا تقاضہ ہے کہ وہ اہم امور میں نتیجہ سے باخبر ہونے کو پسند کرتا ہے، عموماً مستقبل کے انجام سے باخبر ہونے کے لئے کبھی کبھی بذات خود فیصلہ پر مطمئن نہیں ہو پاتا اور ہمہ وقت تجسس کا شکار رہتا ہے اور بسا اوقات اپنے اس تردد کی کیفیت کا ازالہ کرنے کے لئے دوست احباب سے پیش آمدہ مسئلے میں مشورہ کرتا ہے تاکہ اس کا یہ ذہنی خلجان دور ہو سکے اور اپنے مسئلہ میں کسی قابل اطمینان نتیجہ تک اس کی رسائی ہو سکے۔ اسلام چونکہ دین فطرت ہے، فطرتاً انسان کو جن چیزوں سے واسطہ یا رابطہ ہوتا ہے اس کا خوشگوار حل اسلام نے پہلے ہی پیش کر دیا ہے، مشورہ بھی ایک انسانی ضرورت ہے اس لئے اسلام میں اس حوالے سے بھی رہنمائی ملتی ہے۔ ذیل کے مضمون میں اسی موضوع سے متعلق قرآن و حدیث سے مستخرج، مشورہ سے متعلق رہنمایوں کا بالا اختصار تذکرہ پیش خدمت ہے۔

مشورہ کا مطلب: مشورہ یہ عربی زبان کا لفظ ہے، اس کا مادہ ش و ر ہے، جس کا مطلب ہوتا ہے کسی چیز سے کوئی چیز اخذ کرنا۔

اصطلاحی معنی: ”استنباط المرء الزأی من غیرہ فیما یعرض لہ من مشکلات الأمور، ویكون ذالک فی الأمور الجزئیة التي یردد المرء فیہا بین فعلها وترکها“۔

”پیش آمدہ امور میں آدمی کا کسی غیر کی رائے لینا اور یہ ان جزئی امور میں ہوتا ہے جس کے کرنے اور ترک کرنے میں آدمی کو تردد ہوتا ہے۔“

میں جو کہ آپ کا نبی اور انفرادی مسئلہ تھا حضرات صحابہ جیسے حضرت علی اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہما وغیرہ سے مشورہ لیا ہے۔

۲۔ اجتماعی امور میں بھی مشورہ لینا چاہئے جیسا کہ اللہ کے نبی ﷺ غزوات کے مواقع پر صحابہ سے مشورے لیا کرتے تھے، مثلاً غزوہ بدر کے قیدیوں سے متعلق مشورہ اور غزوہ احد میں مقام جنگ کی تعیین سے متعلق مشورہ اور اس کے علاوہ دیگر مواقع پر صحابہ سے مشورہ لینا، مزید آیت مبارکہ ”وامرهم شورى بينهم“ سے اس نقطہ کی طرف اشارہ ملتا ہے۔

۳۔ مشورہ عموماً تدبیری امور سے متعلق ہوتا ہے ناکہ ان امور سے متعلق جن کے بارے میں شرع سے صریح حکم کتاب و سنت میں موجود ہو، مثلاً نماز، روزہ اور دیگر صراحت کے ساتھ مذکور اعمال کی انجام دہی سے متعلق مشورہ نہیں لیا جائے گا۔ تدبیری امور سے متعلق غزوات وغیرہ کی مثالیں دوسرے نمبر پر اجتماعی امور سے متعلق ذکر کردہ نقطہ میں پیش کی گئی ہیں۔

۴۔ مشورہ کا مقصد زیر بحث عنوان سے متعلق تمام پہلوؤں کا کھل کر سامنے آ جانا ہوا کرتا ہے۔

۵۔ مذکورہ مقصد کے حصول کے لئے صاحب مشورہ کو اپنی رائے کے اظہار کرنے کا آزادانہ موقع فراہم کرنا چاہئے۔

۶۔ درپیش آراء میں اقرب الی الحق ہی اختیار کیا جانا چاہئے جس کی تشخیص امیر مجلس کرے گا ناکہ اصحاب رائے کی قلت و کثرت تعداد کو معیار اختیار سمجھا جائے گا۔

۷۔ دلیل کے معدوم ہونے کی صورت میں آراء کی قلت و کثرت کو معیار نتیجہ قرار دیا جاسکتا ہے کیونکہ ایسے مواقع پر کثرت خود ایک دلیل متصور ہوگی۔

۸۔ مجلس مشورہ میں موجود ہر شخص صرف اپنی رائے پیش کرنے کا اختیار رکھتا ہے اصرار کی کوشش نہیں کرنی چاہئے۔

۹۔ تمام پیش کردہ مشوروں سے ہٹ کر امیر مجلس وضوح حق کی بنیاد پر اپنی الگ رائے ہی کو بنیاد بنا کر بحیثیت نتیجہ اسی کا اعلان

عراق میں پیش قدمی کے سلسلے میں کمان کے بارے میں مشورہ طلب کیا، ایسے ہی مفتوحہ علاقوں کی زمینیں مجاہدین میں تقسیم کرنے اور نہ کرنے سے متعلق مشورہ کی مجلس بلائی، طاعون زدہ علاقے میں داخل ہونے یا بغیر داخل ہوئے واپسی سے متعلق مشورہ طلب کیا، حقیقت یہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نبی ﷺ کی سنت کی پیروی کرتے ہوئے ہر معاملہ میں اہل الرائے سے مشورہ لیتے، یہ اسلاف کا وہ طرز عمل ہے جو مشورہ کی اہمیت کو آشکارا کرتا ہے اور اسی سے اس کی اہمیت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

مشورہ کن سے لیا جائے: مشورہ ہمیشہ انہی افراد سے لیا جائے گا جو مشورہ دینے کی صلاحیت رکھتے ہوں، چنانچہ علماء نے کتاب و سنت کے دلائل کی روشنی میں چند شرائط کا تذکرہ کیا ہے، مثلاً:

۱۔ وہ شخص مشورہ لینے کے لئے موزوں ہوگا جو عقل کامل رکھنے کے ساتھ ماضی کے تجربات بھی رکھتا ہو کیونکہ یہ دونوں چیزیں مشورہ کا اہل بنانے میں بڑا اہم کردار ادا کرتی ہیں۔

۲۔ دوسری شرط یہ ہے کہ اس کے اندر دینداری اور تقویٰ کی صفت بھی موجود ہو، کیونکہ یہ وہ اوصاف حمیدہ ہیں جو صحیح اور درست مشورہ دینے پر آمادہ کرتے ہیں۔

۳۔ تیسری شرط یہ ہے کہ اس کے اندر ناصحانہ جذبہ ہو اور ساتھ ہی ساتھ وہ محبت و الفت کے جذبات سے معمور ہو۔

۴۔ ارادہ کی پختگی کے ساتھ فکر سلیم رکھتا ہو کیونکہ جس کے افکار درست ہوں گے انہی سے مناسب مشورے کی توقع کی جاسکتی ہیں۔

۵۔ مشورہ دینے والے کا مشورہ طلب کرنے والے سے اس مشورہ کے پیچھے کوئی مفاد وابستہ نہ ہو کیونکہ دنیوی مفاد بسا اوقات انسان کو غلط مشورہ دینے پر آمادہ کر دیتا ہے۔

مشورہ سے متعلق چند امور کی وضاحت:

۱۔ مشورہ انفرادی اور نجی مسائل میں بھی کیا جاسکتا ہے، جس کا ثبوت خود نبی ﷺ سے ملتا ہے کیونکہ نبی ﷺ نے واقعہ آفک

کرنے کا حق رکھتا ہے۔

۱۰۔ مشورہ کا نتیجہ فوری طور پہ سامنے آنا ضروری نہیں بلکہ امیر مجلس کے کسی ایک مسئلے پر مطمئن ہونے تک مؤخر بھی ہو سکتا ہے۔

مشورہ سے متعلق ایک کج فکری کا ازالہ:

مشورہ سے متعلق بعض کج فکر افراد افراط و تفریط کا شکار ہو ا کرتے ہیں اور اسی اثر سے مغلوب ہو کر کہتے ہیں کہ امیر مشورہ کرنے کا پابند تو ہے لیکن مشورہ ماننے سے آزاد ہے، وہ صرف دلجوئی کی خاطر پیش آمدہ مسئلہ میں شورائی کی تجاویز سے فائدہ اٹھانا چاہے تو اس کی ذرہ نوازی ہے ورنہ دنیا کا کوئی اصول اسے پابند نہیں کر سکتا، اس قول کی تائید میں فاذا عزمتم کے الفاظ بطور دلیل پیش کر کے امیر کو اجتماعی معاملات میں مختار کل بنا دیتے ہیں، جبکہ حقائق کے پیش نظر قابل عمل نقطہ یہ ہے کہ امیر قرآن و سنت اور واضح شواہد و قرائن کی عدم موجودگی میں شورائی کی اکثریت کا پابند ہوتا ہے کیونکہ عدم دلیل کی صورت میں اکثریت ایک دلیل کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ بہت سے افراد مشورہ دینے کے بعد اپنے ہی مشورے کی درستی کا یقین رکھتے ہوئے دوسروں کے مشوروں کا بطلان واضح کرتے ہیں اور اپنے پیش کردہ مشورہ پر ہی نتیجہ نافذ کرانے کی کوشش کرتے ہیں اور اگر ان کی پیش کردہ رائے سے ہٹ کر دوسرے کی رائے مشورے میں منتخب ہوئی تو وہ آگ بگولہ ہو جاتے ہیں اور دوبارہ مجلس مشاورت سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہوئے یہی عذر پیش کرتے ہیں کہ مشورے میں ہماری بات نہیں مانی جاتی اس لئے مشورہ دینے کا فائدہ ہی کیا ہے، بس یہی عذر پیش کرتے ہوئے مشورے کی مجلس میں اپنی شرکت سے معذرت پیش کرنے لگتے ہیں، جبکہ یہ کلیہ بھی انتہائی کم فکری و کج فکری کی پیداوار ہے اور اس ذہنیت کے افراد کو کم سے کم سیرت طیبہ کے واقعات کا مطالعہ ضرور کرنا چاہئے کیونکہ اس طرح کی فکری کجی کا

ازالہ کرنے کا بہترین سامان نبی ﷺ کی سیرت کے حوالے سے ہمیں ملتا ہے، مثلاً صحیح مسلم کی وہ روایت جس میں نبی ﷺ کی حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے حضرت مغیث رضی اللہ عنہ کے لئے سفارش کا واقعہ مذکور ہے کہ نبی ﷺ نے حضرت مغیث رضی اللہ عنہ کی حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے زبردست محبت سے مغلوب ہو کر ان کی جدائی اور بے قراری پر حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا سے ان کے ساتھ زندگی گزارنے کی سفارش کی مگر حضرت بریرہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ معلوم کیا کہ نبی ﷺ انہیں اس کا حکم دینے کے بجائے مشورہ دے رہے ہیں تو انہوں نے نبی ﷺ کے مشورے کو قبول کرنے سے انکار کر دیا، مقام غور ہے کہ ایک آزاد شدہ خاتون نے نبی ﷺ کے مشورے کو رد کر دیا تو پھر نبی ﷺ کے مشورے سے بہتر مشورہ کس کا ہو سکتا ہے کہ ہر صورت قبول ہی ہونا چاہئے، اس لئے اس طرح کا نظریہ لے کر مشورے کی مجلس میں بیٹھنا یہ مشورہ کے اصول و آداب سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔

تیسری بات اس سلسلے کی یہ ہے کہ بہت سے امراء ایسے ہیں ہمیشہ مجلس مشاورت بلانے سے پہلے ایک رائے قائم کر لیتے ہیں اور برائے نام مجلس مشاورت کا انعقاد کرتے ہیں پھر اخیر میں وہی اپنا طے کردہ نظریہ لوگوں کے سامنے سنا کر مجلس کے اختتام کا اعلان کر دیتے ہیں، ظاہری بات ہے اس طرح کا طرز عمل مجلس شورائی کو بازیچہ اطفال بنانے کے ہم معنی ہے جو کچھ ہی دنوں کے بعد لوگوں کی دلچسپی ختم کرنے کا سبب بن سکتا ہے، لہذا یہ اصول بھی اس باب میں غیر معقول ہے جس سے پچنا امراء کے لئے ضروری ہے اور بالخصوص ایسے امراء کو نبی ﷺ اور خلفاء راشدین کے دور مبارک میں ہونے والی مجالس شورائی کے فیصلوں پر غور کرنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اجتماعی و انفرادی تمام مسائل میں شرعی اصولوں کو مدنظر رکھ کر زندگی گزارنے توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مصائب کے نزول کے اسباب

خلیل الرحمن سنابلی

کبھی تو یہ مصیبت تنہا شخص کے لئے نازل ہو کر اس کا خاتمہ کر دیتی ہے اور کبھی نازل شدہ مصیبت کا ٹارگٹ پوری قوم ہوا کرتی ہے۔ آئیے اب اسباب پر نظر ڈال لیتے ہیں:

۱۔ اللہ اور اس کے رسول کی معصیت: آپ پورا قرآن پڑھ جائیں، جہاں بھی قوموں کی ہلاکت کا تذکرہ کیا گیا ہے وہاں اسباب بھی مذکور ہیں اور ان اسباب میں بنیادی سبب جو اللہ نے بیان کیا وہ اللہ اور اس کے رسولوں کی نافرمانی ہے، قوم نوح سے لے کر قوم موسیٰ و عیسیٰ علیہم السلام تک ساری قوموں پر نازل ہونے والی آفت و مصیبت کا مرکزی سبب اللہ اور رسول کی معصیت ہے۔ ہم بھی روزانہ نہ جانے کتنی بار ان دونوں کی نافرمانی کرتے ہیں اور پھر مصیبت آجانے پر وایلا کرنا شروع کر دیتے ہیں۔

۲۔ ناپ تول میں کمی کرنا: انسان ناپ تول میں کمی کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ اس نے کوئی گناہ نہیں کیا، شیعہ علیہ السلام کی قوم اہل مدین میں یہ بیماری موجود تھی، انہیں ان کے اس غلط عمل سے منع کیا گیا لیکن وہ باز نہیں آئے، نتیجتاً اللہ نے زلزلے کے شدید جھٹکوں سے ان کو اور ان کے گھروں کو برباد کر دیا، اور حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”وَلَمْ يَنْقُضُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ إِلَّا أُخِذُوا بِالتَّيْنِ وَشِدَّةَ الْمُنُونِ وَجُورِ السُّلْطَانِ عَلَيْهِمْ“۔ ”جب کوئی قوم ناپ تول میں کمی کرنا شروع کر دیتی ہے تو ایسی قوم پر قحط سالی، مہنگائی اور حکمرانوں کے جوہر ظلم جیسی مصیبتیں اللہ مسلط کر دیتا ہے“۔ (ابن ماجہ: ۴۰۱۹، حسن)

یوں تو انسانی زندگی روزمرہ کے حساب سے کسی نہ کسی مشکل میں پھنس جاتی ہے اور یہ زندگی یوں بھی مشکلات سے عبارت ہے، پریشانیاں ہماری زندگی کا اٹوٹ حصہ ہیں لیکن جب یہی پریشانیاں بڑی یا اجتماعی ہو جائیں یا آنے والی مصیبت آسمانی یا زمینی ہو جائے تو ذہن مختلف اندیشوں میں گھر جاتا ہے اور یہ سوال اٹھنے لگتا ہے کہ آخر ان مصائب کے نزول کے اسباب کیا ہیں؟ آخر مصیبتیں کیوں آتی ہیں؟ آئیے اس سوال کا جواب جاننے کی کوشش کرتے ہیں:

محترم قارئین! اللہ کسی پر ظلم نہیں کرتا اور نہ یہ اس کی ذات کے لائق ہے، وہ کسی کو یونہی مفت میں بلا کسی گناہ کے گرفتار مصیبت نہیں کرتا، اللہ نے قرآن میں مختلف مقامات پر ہمیں اس بات سے آگاہ کیا ہے کہ مصائب جو بھی آتے ہیں وہ انسانوں کے اپنے اعمال کا انجام ہے، اللہ نے ایک جگہ فرمایا: ﴿وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيُغْفِرُ عَنْ كَثِيرٍ﴾ ”تمہیں جو کچھ بھی مصیبت پہنچتی ہے وہ تمہارے اپنے کرتوت کا بدلہ ہے، اور وہ (اللہ) بہت سی باتوں کو معاف کر دیتا ہے“۔ (سورۃ الشوریٰ: ۳۰)

اور ایک دوسری جگہ فرمایا: ﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا أَلْعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ ”خشکی اور تری میں لوگوں کے برے اعمال کے سبب فساد پھیل گیا، تاکہ اللہ انہیں ان کے بعض اعمال کا پھل چکھادے، ممکن ہے کہ وہ پلٹ آئیں“۔ (سورۃ الروم: ۴۱)

اللہ نے ان کے اوپر عذاب نازل کیا اور وہ حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی زبانی لعنت زدہ قرار دیئے گئے۔

ویسے بھی خیر امت کا وصف ہے کہ وہ بھلائی کا حکم دیتی ہے اور برائی سے روکتی ہے، ہم اپنی ذمہ داری نبھائیں تو مصیبت ہمارے قریب نہیں آئے گی۔

۴۔ زبان کا صحیح استعمال نہ کرنا: زبان بظاہر ایک چھوٹا سا انسانی عضو ہے لیکن یہ ایسی چیز ہے کہ جس کا درست استعمال بندے کو اللہ کا مقرب بنا دیتا ہے اور غلط استعمال اللہ سے دور کر دیتا ہے۔ ترمذی کی ایک روایت ہے ملاحظہ کریں: عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: إِذَا أَضْبَحَ ابْنُ آدَمَ فَإِنَّ الْأَعْضَاءَ كُلَّهَا تَكْفُرُ لِلَّسَّانِ فَتَقُولُ: اَنْتَ يَا اللَّهُ فَبِنَا فَإِنَّمَا نَحْنُ بِكَ، فَإِنْ اسْتَقَمَّتْ اسْتَقَمَّتْ وَإِنْ اغْوَجَتْ اغْوَجَتْ. ”جب انسان صبح کرتا ہے تو تمام اعضاء انسانی تعظیماً زبان کے سامنے جھک جاتے ہیں اور اس سے عرض کرتے ہیں کہ تو ہمارے سلسلے میں اللہ سے ڈر، ہم تیرے ساتھ ہیں، اگر تو سیدھی رہی تو ہم بھی سیدھے رہیں گے اور اگر تو ٹیڑھی ہو گئی تو ہم بھی ٹیڑھے ہو جائیں گے۔“ (سنن ترمذی: ۲۴۰۷، حسن)

اور ایک دوسری حدیث کے مطابق حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کے حبیب ﷺ نے فرمایا: ”مَنْ يَضْمَنُ لِي مَا بَيْنَ لَحْيَيْهِ وَمَا بَيْنَ رِجْلَيْهِ أَضْمَنَ لِي الْجَنَّةَ“۔ ”جو مجھے زبان اور شرمگاہ کی حفاظت کی ضمانت دے دے تو میں اس کے لئے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔“ (صحیح بخاری: ۶۴۷۳)

یعنی زبان ایک ایسی چیز ہے کہ بندہ اگر اس کی حفاظت کر لے جائے تو یہ عظیم چیز ہے اور اس کے اس بہترین عمل پر اسے جنت میں داخل مل جائے گا۔ مفہوم مخالف یہ ہوا کہ جو بندہ اپنی زبان کی حفاظت نہیں کر سکتا تو اس کے لئے جنت کی ضمانت بھی نہیں ہے کہ وہ جنت میں جائے گا یا جہنم میں، یعنی زبان انسان کو جنت میں بھی لے جاسکتی ہے اور جہنم کا مستحق بھی بنا سکتی ہے، لہذا انسان کو اپنی

اس حدیث کے بعد اب یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ قحط سالی کیوں، مہنگائی کی مار کیوں اور کیوں ہم ظلم و ستم کا شکار ہیں؟

۳۔ نیکی کا حکم نہ دینا اور برائی سے نہ روکنا: نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا مسلمانوں پر اپنی اپنی طاقت کے مطابق فرض ہے اور اسی بنا پر اللہ نے امت محمدیہ کو خیر امت کا لقب عطا کیا ہے۔ جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے: ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾ ”تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہو کہ تم نیک باتوں کا حکم دیتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔“ (آل عمران: ۱۱۰)

اس آیت کے مطابق ہر مسلمان کو بقدر استطاعت اپنے گھر، خاندان، بازار، گاؤں، علاقہ اور سفر و حضر میں لوگوں کو نیکی کی تلقین کرنا چاہئے اور انہیں بری باتوں اور برے کاموں سے روکنا چاہئے۔ لیکن اگر یہاں اپنی یہ ذمہ داری ادا نہ کی جائے اور پوری قوم برائی میں ملوث ہو جائے، کوئی نیکی کا حکم دینے والا اور برائی کو برائی جانتے ہوئے بھی اس سے روکنے والا نہ ہو تو ایسی صورت میں بھی مصائب کا نزول ہوتا ہے، اللہ نے قرآن مقدس میں بنی اسرائیل کے متعلق بیان کیا: ﴿أَنجَيْنَا الَّذِينَ يَنْهَوْنَ عَنِ الشُّوْءِ وَأَخَذْنَا الَّذِينَ ظَلَمُوا بِعَذَابٍ بَئِيسٍ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ﴾ ”ہم نے ان کو نجات دی جو برائی سے روکتے تھے اور ان کو برے عذاب میں مبتلا کر دیا جنہوں نے ظلم کیا اس لئے کہ وہ نافرمان تھے۔“ (الاعراف: ۱۶۵)

اور دوسرے مقام پر اللہ نے فرمایا کہ: ﴿كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ﴾ ”آپس میں ایک دوسرے کو برے کاموں سے جو وہ کرتے تھے روکتے نہ تھے، جو بھی وہ کرتے تھے یقیناً بہت برا تھا۔“ (المائدة: ۷۹)

یعنی جب ان لوگوں نے برائی دیکھتے ہوئے بھی اسے روکنے کا کام نہیں کیا تو ان کے اس عمل کو اللہ نے برا کہا اور اس کی وجہ سے

اور دوسری جگہ فرمایا: ﴿وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا﴾ ”اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور فرقہ بندی میں نہ پڑو“۔ (آل عمران: ۱۰۳)

مزید نبی کریم ﷺ نے بھی مختلف احادیث میں مسلمانوں کو آپسی انتشار سے بچتے ہوئے متحد ہو کر رہنے کی تلقین کی ہے۔

۷۔ قربانیوں سے اعراض: ماضی میں مسلمانوں کی کامیابی اور فتح و سر بلندی کا ایک سبب اللہ کے لئے قربانی دینے کا جذبہ تھا مگر جب رفتہ رفتہ مسلمانوں نے اس جذبہ سے اعراض کرنا شروع کیا، سستی و کاہلی کا شکار ہو گئے، اللہ کے راستے میں قربانی دینے کا جذبہ انہوں نے ختم کر لیا تو ذلت و رسوائی ان کا مقدر بن گئی، ہر چہار جانب سے انہیں مصائب نے جکڑ لیا اور دنیا میں ان کا عروج ماضی کی داستان بن گیا۔

مسلمان اپنا مال اللہ کے راستے میں خرچ کرنا نہیں چاہتا، نہ ہی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت کے اظہار اور ان کی تعلیمات سیکھنے اور ان پر عمل کرنے کے لئے وقت کی قربانی دے رہا ہے، زبان اور قلم سے جدوجہد کا بھی یہی معاملہ ہے کہ نہ مسلمان قلم سے درست طریقے سے اسلام کی روشن تعلیمات کو واضح کر رہا ہے اور نہ ہی زبان سے وہ اسلام کی حقانیت کو بیان کر رہا ہے، ان امور کو چھوڑ کر مسلمان خواہشات اور غفلتوں میں الجھا ہوا ہے نتیجہ اللہ کی جانب سے وہ مختلف قسم کی پریشانیوں اور مصائب کا شکار ہے۔

۸۔ دنیا سے حد درجہ محبت اور موت سے نفرت: یہ دنیا فانی ہے اور سرا سرد ہو کے کا سامان ہے، قرآن نے کئی مقامات پر دنیا کی حقیقت کو اجاگر کیا ہے اور مسلمانوں کو یہ بتلایا گیا ہے کہ دنیا کی محبت کو اپنے دلوں میں جگہ نہ دیں، لذتوں کو توڑ دینے والی چیز یعنی موت کو کثرت سے یاد کریں، موت اور اس کے بعد کی زندگی کی تیاری کریں، موت کو یاد کر کے اپنے گناہوں پر نادم ہوں اور اللہ سے معافی مانگیں ساتھ ہی یہ بات بھی مذکور ہے کہ جب کوئی قوم اللہ

زبان کنٹرول میں رکھنی چاہئے کیونکہ بسا اوقات یہی چھوٹی چیز بہت بھاری مالی و جسمانی نقصان کا باعث بن جاتی ہے۔

۵۔ زکوٰۃ ادا نہ کرنا: زکوٰۃ اسلام کا ایک اہم رکن ہے جو ہر صاحب نصاب پر فرض ہے، لیکن اگر کوئی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا ہے یا پورے مال کی زکوٰۃ نہیں نکالتا ہے تو اسے عذاب الہی کا منتظر رہنا چاہئے، زکوٰۃ ادا نہ کرنے کی وجہ سے اللہ کا عذاب آتا ہے۔ ایک لمبی حدیث کا ایک ٹکڑا دیکھیں، عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا: ”وَلَمْ يَمْنَعُوا زَكَاةَ أَمْوَالِهِمْ إِلَّا مُنِعُوا الْقَطْرَ مِنَ السَّمَاءِ، وَلَوْلَا الْبَهَائِمُ لَمْ يَمْطُرُوا“۔ ”جب لوگ زکوٰۃ کا مال روک لیتے ہیں (ادا نہیں کرتے ہیں) تو آسمانوں والا ان پر سے بارش کے قطرات کو روک لیتا ہے اور اگر جانور نہ ہوتے تو بارش ہی نہ ہوتی“۔ (سنن ابن ماجہ: ۴۰۱۹، حسن)

آج ملک کے مختلف علاقوں میں بارش کے نہ ہونے کا ایک سبب زکوٰۃ ادا نہ کرنا ہے اور یہ ایسی مصیبت ہے جس کی چپیٹ میں پوری قوم ہے۔

۶۔ آپسی اختلاف کا شکار ہو جانا: اختلاف کیسا بھی ہو بہر حال زحمت ہے، اختلاف کسی بھی اعتبار سے رحمت کا سبب نہیں بن سکتا، آج خصوصاً مسلمانوں پر اغیار کی جانب سے جو مصائب آرہے ہیں یا مسلمان جن پریشانیوں کا شکار ہے اس کا ایک بنیادی سبب آپسی اختلاف ہے، اللہ نے قرآن میں جا بجا اختلافات سے بچنے کا حکم دیا ہے اور اس کے خطرناک عواقب کا تذکرہ کیا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ سورہ انفال میں اللہ نے فرمایا: ﴿وَاطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ وَاصْبِرُوا إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ﴾ ”اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، اور آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی، اور صبر کرو، یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے“۔ (انفال: ۴۶)

نعمتوں سے نوازا ہے، انسان کا فرض تو یہ ہے کہ وہ ان نعمتوں پر اللہ کا شکر ادا کرے تاکہ اس کا رب خوش ہو کر اسے مزید عطا کرے، مگر جب انسان شکر کے بجائے ناشکری کرنا شروع کر دیتا ہے تو اللہ ایسے انسان کو بھوک کے عذاب میں گرفتار کر لیتا ہے پھر وہ بندہ رب کی موجود نعمتوں سے بھی محروم کر دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ اللہ نے قرآن میں اسی کی جانب اشارہ کیا ہے۔ دیکھیں اللہ فرماتا ہے:

﴿وَصَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ آمِنَةً مُطْمَئِنَّةً يَأْتِيهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِأَنْعُمِ اللَّهِ فَأَذَاقَهَا اللَّهُ لِيَاسَ الْجُوعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ﴾ ”اور اللہ نے اس بستی کی مثال بیان کی ہے جو پورے امن و اطمینان سے تھی، اس کی روزی اس کے پاس وافر مقدار میں ہر طرف سے چلی آرہی تھی، پھر اس نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ نے اسے بھوک اور خوف کا لباس پہنا دیا (یعنی ان پر خوف اور بھوک کا عذاب آگیا) ان کے اس جرم کی وجہ سے جو وہ کرتے تھے۔“ (سورۃ النحل: ۱۱۲)

مزید اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں ایک جگہ فرمایا ہے: ﴿لَنْ يَشْكُرَكُمْ لَأَئِيدَنَّكُمْ وَلَنْ يُفْلِحَ جُنُودُكُمْ إِنَّا نَعْلَمُ مَا تَكْتُمُونَ﴾ ”البتہ اگر تم نے شکر ادا کیا تو میں ضرور مزید عطا کروں گا اور اگر تم نے ناشکری کی تو یقیناً میرا عذاب بہت سخت ہے۔“ (ابراہیم: ۷)

معلوم یہ ہوا کہ شکر سراسر فائدہ لے کر آتا ہے اور خود اللہ نے مزید دینے کا وعدہ بھی کیا ہے مگر افسوس کہ انسان رب کی جانب سے ملنے والی نعمتوں پر شکر ادا نہ کر کے اپنے آپ کو عذاب الہی کا حقدار بنا لیتا ہے اور یقیناً اللہ کا عذاب سخت ہے۔

محترم قارئین! یہ چند وہ اسباب تھے کہ جن کی بنا پر انسانوں پر مصیبتیں نازل کی جاتی ہیں، ہمیں چاہئے کہ ہم ان اسباب سے دور رہیں اور ہر حال میں اللہ کا حقیقی اور محبوب بندہ بننے کی کوشش کریں تاکہ ہمارا رب ہم سے ہمیشہ خوش رہے اور خوش ہو کر ہمیں اپنی رحمت سے جنت میں داخل کر دے۔

کو اور موت کو بھول کر دنیا ہی میں مست ہو جاتی ہے، دنیا کی لذتوں میں پڑ کر اپنی اہمیت اور مقام کو فراموش کر دیتی ہے تو اللہ ایسی قوم کو کسی مصیبت میں مبتلا کر کے ہلاک و برباد کر دیتا ہے۔ اس سلسلے میں ایک حدیث مبارکہ ملاحظہ کریں: عَنْ ثَوْبَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ”يُوشِكُ الْأُمَمُ أَنْ تَدَاعَى عَلَيْكُمْ كَمَا تَدَاعَى الْأَكَلَةُ إِلَى قَضَعَتِهَا، فَقَالَ قَائِلٌ: وَمِنْ قَلِيلٍ نَخْنُ بِؤْمُؤِذٍ؟ قَالَ: بَلَى أَنْتُمْ يَوْمٌ مِذْ كَثِيرٍ، وَلَكِنَّكُمْ غَفَاءَ كَفَنَاءِ السَّنِيلِ، وَلَيَنْزِعَنَّ اللَّهُ مِنْ ضُجُورِ عَذْوِكُمْ الْمَهَابَةَ مِنْكُمْ، وَلَيَقْذِفَنَّ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمُ الْوُحْنَ، فَقَالَ قَائِلٌ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، وَمَا الْوُحْنُ؟ قَالَ: حُبُّ الدُّنْيَا وَكِرَاهِيَةُ الْمَوْتِ“۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: ”قریب ہے کہ دوسری امتیں تم پر ایسے ہی ٹوٹ پڑیں گی جیسے بھوکے دسترخوان پر ٹوٹ پڑتے ہیں، تو کہنے والے نے کہا: اس دن کیا ہماری تعداد کم ہوگی؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، بلکہ تم اس دن زیادہ ہو گے، لیکن تم سمندر کے جھاگ کی طرح (بے وقعت) ہو جاؤ گے، اور اللہ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہارا خوف نکال دے گا اور اللہ تمہارے دلوں میں وہن ڈال دے گا، تو کہنے والے نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ وہن کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: دنیا کی محبت اور موت سے نفرت۔“ (سنن ابوداؤد: ۴۲۹۷، صحیح)

غور کریں اس حدیث مبارکہ کے آخری الفاظ پر کہ نبی کریم ﷺ نے مصائب و پریشانیوں کے نزول کے صرف دو اسباب کا تذکرہ کیا ہے کہ جب مسلمان دنیا سے محبت اور موت سے نفرت کرنے لگ جائے گا تو اللہ تعالیٰ ان پر ان کے دشمنوں کو مسلط کر دے گا، وہ مسلمانوں پر ایسے ہی پل پڑیں گے جیسے بھوکا شخص دسترخوان پر پل پڑتا ہے، اور مسلمان سمندر کے جھاگ کی طرح تعداد میں زیادہ ہونے کے باوجود بے وقعت ہوں گے۔

۹۔ نعمتوں کی ناشکری: اللہ نے حضرت انسان کو ان گنت

تحریر: فضیلۃ الدکتور سعید بن وہف القحطانی حفظہ اللہ ○ ترجمانی: رضوان اللہ علیہ الرؤف سراجی (مدرس: مرکز الامام البخاری، تملولی)

(والانصار) اور انصار میں سے یعنی وہ لوگ جنہوں نے
مہاجرین سے پہلے ہجرت کے گھر (یعنی مدینہ منورہ) اور ایمان
میں جگہ پکڑی، جو کوئی ہجرت کر کے ان کے پاس جاتا ہے یہ اس
سے محبت کرتے ہیں اور جو کچھ ان کو عطا کیا گیا ہے وہ اس کے

کیوں کہ یہ بیعت ایک بڑی نیکی اور جلیل ترین ذریعہ تقرب ہے۔ (فعلہم ما فی قلوبہم) تو اس نے وہ چیز جان لیا جو ان کے دلوں میں تھی یعنی ان کے دلوں میں جو ایمان ہے اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہے (فانزل السکینۃ علیہم) تو اس نے ان پر سکینت نازل کیا یعنی ان کے دلوں میں جو کچھ ہے اس کی قدر دانی کے لئے ان پر سکینت نازل فرمائی اور ان کی ہدایت میں اضافہ کیا۔ ان شرائط کی وجہ سے، جو مشرکین نے رسول اللہ ﷺ پر صلح کے لئے عائد کی تھیں، مومنوں کے دلوں میں سخت غم اور بے چینی تھی، اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں پر سکینت نازل فرمائی جس نے ان کو ثبات اور اطمینان عطا کیا۔ (و انا بہم فتاح قریب) اور انہیں جلد فتح عنایت کی۔ یہاں فتح سے مراد فتح خیبر ہے جس میں اہل حدیبیہ کے سوا اور کوئی شریک نہیں ہوا، چنانچہ ان کے لئے جزا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور رضا کی تعمیل کی قدر و منزلت کے طور پر ان کو فتح خیبر اور اس کے اموال غنیمت سے مختص کیا گیا۔ (تیسیر الکربیم الرحمن: ۳۴۹)

۸۔ اور فرمایا: ﴿وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ ۖ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾ ”ہدایت کے واضح ہو جانے کے بعد جو رسول کی مخالفت کرے گا اور مومنوں کے راستے کے علاوہ کی اتباع کرے گا ہم اسے اسی طرف موڑ دیں گے جس طرف وہ جائے گا اور ہم اسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔“ (النساء: ۱۱۵)

مذکورہ آیت سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ مومنوں کا راستہ چھوڑ کر جو کسی اور کا راستہ اپنائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے اسی طرف پھیر دیں گے اور اسے جہنم میں داخل کر دیں گے۔ (فتاویٰ شیعہ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ ۲/۱-۲)

اور بدن کی شہوت حاصل ہوگی اور بچنے کے قابل ہر چیز کو ان سے دور رکھا جائے گا۔ (تیسیر الکربیم الرحمن: ۳۴۹)

۷۔ اور فرمایا: ﴿لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا﴾ ”اللہ مومنوں سے راضی ہوا جب وہ آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے تو اس نے وہ جان لیا جو ان کے دلوں میں تھا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ان پر سکینت کا نزول کیا اور قریبی فتح عطا کیا۔“ (الفتح: ۱۸)

اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے فضل و کرم، اپنی رحمت اور اہل ایمان پر اپنی رضا کے بارے میں آگاہ فرماتا ہے، جب وہ رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر ایسی بیعت کر رہے تھے جس نے ان کو سرخرو کر دیا اور وہ اس بیعت کے ذریعے دنیا اور آخرت کی سعادت سے بہرہ مند ہوئے، یہ بیعت جسے اہل ایمان پر اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کی وجہ سے ”بیعت رضوان“ کہا جاتا ہے اور اسے ”بیعت اہل شجرہ“ بھی کہتے ہیں، اس کا سبب یہ ہے کہ حدیبیہ کے موقع پر جب رسول اللہ ﷺ کی آمد کے سلسلے میں آپ اور مشرکین مکہ کے درمیان بات چیت شروع ہوئی کہ آپ کسی کے ساتھ جنگ لڑنے نہیں آئے بلکہ آپ بیت اللہ کی زیارت اور اس کی تعظیم کے لئے آئے ہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو اس سلسلے میں مکہ مکرمہ بھیجا، آپ کے پاس ایک غیر مصدقہ خبر پہنچی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو مشرکین مکہ نے قتل کر دیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے اپنے ساتھ آئے ہوئے مومنین کو جمع کیا جو تقریباً پندرہ سو افراد تھے، انہوں نے ایک درخت کے نیچے آپ ﷺ کے ہاتھ پر مشرکین کے خلاف قتال کی بیعت کی کہ وہ مرتے دم تک فرار نہیں ہوں گے۔

تو اللہ تعالیٰ نے آگاہ فرمایا کہ وہ مومنوں سے راضی ہو گیا

کمزور کام کا فوری علاج کرنے سے نبی کریم ﷺ نے منع کیا ہے؟

حافظ اکبر علی اختر علی سلمیٰ

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”مَا مِنْ أَحَدٍ إِلَّا وَفِي رَأْسِهِ عِزْقٌ مِنَ الْجَذَامِ تَنْعَزُ، فَإِذَا هَاجَ سَلَطَ اللَّهُ عَلَيْهِ الرُّكَامَ فَلَا تَدَاوُوا لَهُ“.

(ترجمہ) عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ہر انسان کے سر میں جذام (کوڑھ) کی جوش مارنے والی ایک رگ ہے۔ جب وہ جوش مارتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر زکام مسلط کر دیتا ہے لہذا زکام کا علاج مت کرو۔“

(تخریج) المستدرک علی الصحیحین بتحقیق مصطفیٰ عبد القادر: ۴۵۶/۳، ج: ۸۲۶۲، و الموضوعات لابن الجوزی بتحقیق عبد الرحمن محمد عثمان: ۲۰۵/۳، وغیرہما.

(حکم حدیث) ”ہذا حدیث موضوع“۔ ”یہ حدیث موضوع ہے۔“

❁ امام ابن الجوزی رحمہ اللہ: ”هَذَا حَدِيثٌ لَا يَصَحُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ هُوَ الْكَذَّابِي وَقَدْ ذَكَرْنَا أَنَّهُ كَانَ كَذَّابًا“۔ ”یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ اور محمد بن یونس یہ الکذابی ہے اور ہم ذکر کر چکے ہیں کہ یہ کذاب ہے۔“ (الموضوعات)

❁ امام ذہبی رحمہ اللہ: ”كَأَنَّهُ مَوْضُوعٌ فَالْكَذَّابِي مَتَّهَمٌ“۔ ”گویا یہ موضوع ہے کیونکہ کذابی متہم ہے۔“ (مستدرک حاکم)

❁ علامہ البانی رحمہ اللہ: ”مَوْضُوعٌ“۔ (الضعیفہ: ۳۴۳/۱، ج: ۱۹۰)

(سبب) روایت ہذا کی سند میں: ”مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ بْنِ مُوسَى الْكَذَّابِي الْقُرَشِيُّ“ ہے جو کہ حدیث کا بڑا حافظ ہونے

الحمد لله وحده، والصلاة والسلام على من لا نبى بعده، اما بعد:

محترم قارئین! معاشرے میں درج ذیل روایت بکثرت گردش کر رہی ہے:

﴿زکام کا فوری علاج نہ کیا جائے﴾

”عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر انسان کے سر میں جذام (کوڑھ) کی جوش مارنے والی ایک رگ ہے۔ جب وہ جوش مارتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر زکام مسلط کر دیتا ہے لہذا زکام کا علاج مت کرو۔“

فائدہ: حکماء حضرات بھی زکام کا فوری علاج بہتر نہیں سمجھتے بلکہ کچھ دنوں کے بعد علاج کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔

اس کی بابت کئی لوگوں نے پوچھا تو راقم نے ان کو اختصار کے ساتھ اس کا حکم بتا دیا لیکن بعد میں راقم نے مناسب سمجھا کہ اس کی مفصل تحقیق کر دی جائے تاکہ جو تفصیل کے طالب ہوں ان کو یہ مفصل مضمون ارسال کر دیا جائے۔ اس لئے اللہ کی توفیق اور فضل و کرم سے اس کی مفصل تحقیق پیش کی جا رہی ہے۔ بغور ملاحظہ فرمائیں:

❁ امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم رحمہ اللہ (المتوفی: ۴۰۵ھ) فرماتے ہیں: حَدَّثَنَا الشَّيْخُ أَبُو بَكْرٍ بْنُ إِسْحَاقَ، أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ يُونُسَ الْقُرَشِيَّ، ثَنَا بِشْرُ بْنُ حُجْرٍ السَّامِيُّ، ثَنَا فَضِيلُ بْنُ عِيَّاضٍ، عَنْ لَيْثٍ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ،

کے باوجود متروک، کذاب اور وضاع راوی ہے۔

ائمہ کرام کے اقوال پیش خدمت ہیں:

✽ امام قاسم بن زکریا البغدادی رحمہ اللہ (التوفی: ۳۰۵ھ)

: ”أَجَائِيهِ بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ (يوم القيامة)، وأقول: إِنَّ

هَذَا كَانَ يَكْذِبُ عَلَى رَسُولِكَ، وَعَلَى الْعُلَمَاءِ“۔ ”میں

(قیامت کے دن) اللہ کے سامنے گھڑا ہو کر کہوں گا کہ یہ آپ کے

(بھیجے ہوئے) رسول ﷺ اور علماء پر جھوٹ بولتا تھا۔“

(سؤالات السلمی للدارقطنی بتحقیق فریق من الباحثین: ۲۸۶، ت:

۳۲۶، وسؤالات حمزة السهمي بتحقیق موفق بن عبد الله، ص: ۱۱۱،

ت: ۷۴، والزيادة له)

✽ امام ابو حاتم محمد بن حبان البستی، المعروف بابن حبان

رحمہ اللہ (التوفی: ۳۵۳ھ): ”وَكَانَ يَضَعُ عَلَى الثِّقَاتِ

الْحَدِيثَ وَضْعًا وَلَعَلَّهُ قَدْ وَضَعَ أَكْثَرَ مِنْ أَلْفِ حَدِيثٍ“۔

”یہ ثقات پر حدیث گھڑتا تھا۔ اور شاید اس نے ایک ہزار

(۱۰۰۰) سے زائد حدیثیں گھڑی ہیں۔“ (المجروحین بتحقیق

محمود ابراہیم: ۳۱۳/۲، ت: ۱۰۲۳)

✽ امام ابو احمد بن عدی الجرجانی رحمہ اللہ (التوفی: ۳۶۵ھ)

: ”اتَّهَمَ بَوَضْعِ الْحَدِيثِ وَبِسْرِقَتِهِ وَادْعَى رُؤْيَا قَوْمٍ لَمْ

يُرْهِمُ وَرَوَايَةً عَنْ قَوْمٍ لَا يَعْرِفُونَ وَتَرَكَ عَامَةً مَشَايِخَنَا

الرَّوَايَةَ عَنْهُ وَمِنْ حَدَثٍ عَنْهُ نَسَبَهُ إِلَى جَدِّهِ مُوسَى بِأَنْ لَا

يَعْرِفُ“۔ ”حدیث کو وضع کرنے اور چرانے کے ساتھ متہم ہے۔

اور اس نے ایسے لوگوں کی روایت کا دعویٰ کیا ہے جن کو اس نے

دیکھا ہی نہیں ہے۔ اور ایسے لوگوں سے روایت کا دعویٰ کرتا ہے جو

نہیں جانے جاتے ہیں۔ ہمارے اکثر و بیشتر مشائخ نے اس سے

روایت کرنے کو ترک کر دیا ہے۔ اور جس نے اس سے روایت کیا

ہے اس نے اس کی نسبت اس کے دادا موسیٰ کی طرف کی ہے تاکہ

یہ پہچانا جاسکے۔“ (الکامل فی ضعفاء الرجال بتحقیق عادل ورفقاءہ

: ۵۵۳/۷، ت: ۱۷۸۰)

پھر اخیر میں فرماتے ہیں: ”وكان ابن صاعد و شيخنا عبد

الملك بن محمد كانا لا يمتنعان الرواية عن كل ضعيف

كتبنا عنه إلا عن الكديمي فكانا لا يرويان عنه لكثرة

مناكيره وإن ذكرت كل ما أنكر عليه وادعاه ووضع

لطال ذلك“۔ ”امام ابن ساعد اور ہمارے شیخ عبد الملك بن محمد،

وہ دونوں ہر ضعیف راوی جس سے ہم لکھتے تھے، ان سے روایت

کرنے کو منع نہیں کرتے تھے سوائے کدیمی کے۔ وہ دونوں اس

سے اس کے بکثرت منکر روایتوں کو بیان کرنے کی وجہ سے

روایت نہیں کرتے تھے اور اگر میں ہر اس حدیث کو ذکر کروں جس

پر تکبیر کی گئی ہے، جس کا اس نے دعویٰ کیا ہے اور اس کو گھڑا ہے تو

بات بہت لمبی ہو جائے گی۔“ (المصدر السابق: ۵۵۵/۷)

✽ امام ابوالحسن علی بن عمر البغدادی الدارقطنی رحمہ اللہ (التوفی

: ۳۸۵ھ):

(۱) ”مُتْرُوكٌ“۔ (سؤالات الحاكم النيسابوري للدارقطنی

بتحقیق موفق بن عبد الله، ص: ۱۳۷، ت: ۱۷۳)

(۲) ”كَانَ يَتَّهَمُ بَوَضْعِ الْحَدِيثِ، وَمَا أَحْسَنَ فِيهِ الْقَوْلَ

إِلَّا مَنْ لَمْ يَخْتِزِ حَالَهُ“۔ ”وضع حدیث کے ساتھ متہم تھا۔ اس کی

بابت اچھی بات اسی نے کہی ہے جو اس کی حالت سے واقف نہیں

ہے۔“ (سؤالات السلمی للدارقطنی بتحقیق فریق من الباحثین: ۲۸۵،

ت: ۳۲۵)

✽ امام ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی رحمہ اللہ (التوفی:

۴۶۳ھ): ”وكان حافظا كثير الحديث، سافر وسمع

بالحجاز واليمن، ثم انتقل إلى بغداد فسكنها وحدث بها“

”یہ کثیر احادیث کا حافظ تھا۔ اس نے سفر کیا اور حجاز اور یمن میں سنا

پھر بغداد آیا اور یہیں سکونت اختیار کی اور تدریس کی۔“ (تاریخ بغداد

بتحقیق مصطفیٰ عبد القادر: ۲۰۷/۳، ت: ۱۸۹۰)

پھر کچھ آگے چل کر فرماتے ہیں: ”لم يزل الكديمي معروفا

عند أهل العلم بالحفظ، مشهوراً بالطلب مقدما في

ہیں۔ دیکھیں: (الزوض الباسم فی تراجم شیوخ الحاکم: ۱۸۵/۱، ت: ۲۳)

(۲) عمر بن جعفر الشنکی: یہ بھی ثقہ راوی ہیں۔ دیکھیں: (تاریخ بغداد بتحقیق بشار عواد: ۱۰۰/۱۳، ت: ۵۹۳۸)

ابو بکر احمد الشافعی رحمہ اللہ نے حدیث کے آخر میں: ”فَلَا تَدَاوُؤَالَهُ“ کے الفاظ بیان کئے ہیں لیکن عمر الشنکی رحمہ اللہ نے نہیں بیان کیا ہے۔

دیکھیں: (الموضوعات لابن الجوزی بتحقیق عبد الرحمن: ۲۰۳)

(تنبیہ) الموضوعات لابن الجوزی بتحقیق عبد الرحمن کے متن حدیث میں: ”عَزَقُ مِنَ الْجَذَامِ - معر - (يَنْفُزُ)“ لکھا ہوا ہے جو کہ غلط ہے، صحیح: ”عَزَقُ مِنَ الْجَذَامِ يَنْعَزُ“ ہے جیسا کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے الکالی المصنوعہ میں الموضوعات ہی سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے۔ (الکالی المصنوعہ بتحقیق صلاح: ۳۳۵/۲)

✽ **متن کے تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ روایت ہذا کا ایک شاہد بھی ہے لیکن وہ بھی ناقابل التفات ہے۔**

تفصیل پیش خدمت ہے:

✽ امام ابوالفرج عبد الرحمن بن علی الجوزی رحمہ اللہ (المتوفی: ۵۹۷ھ) فرماتے ہیں: أَنَبَانَا مُحَمَّدُ بْنُ نَاصِرٍ، أَنَبَانَا مُحَمَّدُ بْنُ طَاهِرٍ، أَنَبَانَا الْحَسَنُ بْنُ سَهْلٍ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْغَازِيٍّ، أَنَبَانَا أَبُو سَعِيدٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِيٍّ النَّقَّاشُ، أَنَبَانَا أَبُو خَالِدٍ مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ إِبرَاهِيمَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الصَّقَّارُ، حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ خَشِيشٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَعِيدٍ بْنُ سَحْنُونٍ التَّنُوخِيُّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بِشْرِ، حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ، عَنْ الْأَعْمَشِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهَبٍ، عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”مَا مِنْ أَدَمِيٍّ إِلَّا وَفِيهِ عَزَقٌ مِنَ الْجَذَامِ، فَإِذَا تَحَرَّكَ ذَالِكَ الْعَزَقُ سَلَطَ عَلَيْهِ

الحديث، حتى أكثر من روايات الغرائب والمناكير، فتوقف إذ ذاك بعض الناس عنه، ولم ينشطوا للسماع منه“ ”کدیمی مسلسل اہل علم کے نزدیک حفظ اور طلب حدیث میں معروف رہا اور حدیث میں مقدم رہا حتیٰ کہ اس نے غریب اور منکر روایتوں کی کثرت کر دی تو اس وجہ سے بعض لوگ اس سے حدیث بیان کرنے سے رک گئے اور اس سے سماع کے لئے چستی نہیں دکھائی۔“ (المصدر السابق ۲۱۱/۳)

✽ امام شمس الدین محمد بن احمد الذہبی رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۴۸ھ):

(۱) ”الشَّيْخُ، الْإِمَامُ، الْحَافِظُ الْكَبِيرُ - الضَّعِيفُ -“ ”یہ شیخ، امام، بڑا حافظ اور ضعیف ہے۔“ (سیر أعلام النبلاء بتحقیق مجموعة من المحققين: ۳۰۲/۱۳، ت: ۱۳۹)

(۲) ”هَالِكٌ“. (المغني في الضعفاء بتحقیق الدكتور نور الدين: ۶۲۶/۲، ت: ۶۱۰۹)

(۳) ”وَهُوَ مُتَّهَمٌ“. (تلخیص کتاب الموضوعات بتحقیق أبو تیم، ص: ۳۶، ج: ۶۰)

(۴) ”كَذَّابٌ“. (المصدر السابق، ص: ۲۷۱، تحت الحديث: ۷۲۱)

(۵) ”أَحَدُ الْمَتْرُوكِينَ“ - ”متروک راویوں میں سے ایک ہے۔“ (میزان الاعتدال بتحقیق البجای: ۷۴/۴، ت: ۸۳۵۳)

✽ امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۵۲ھ):

(۱) ”ضعيف“. (تقريب التهذيب بتحقیق محمد عوامة، ص: ۵۱۵، ت: ۶۳۱۹)

(۲) ”واه“ ”سخت ضعیف“۔ (فتح الباری: ۲۶۰/۱)

مزید اقوال کے لئے دیکھیں: (تهذيب الكمال في أسماء الرجال بتحقیق بشار عواد: ۲۶/۲، ت: ۵۷۷۲، وتاریخ بغداد وغیرہما)

(فائدہ) زیر بحث روایت کو محمد الکدیمی سے دولوگوں نے روایت کیا ہے:

(۱) ابو بکر احمد بن اسحاق بن ایوب الشافعی: یہ ثقہ راوی

الزَّكَّامُ يَسْكُنُهُ“۔

ان کا کلام گزشتہ سطور میں گزر چکا ہے۔

✽ امام ابو بکر احمد بن علی الخطیب البغدادی رحمہ اللہ (المتوفی: ۴۶۳ھ): ”وفي حديثه غرائب ومناكير“ اس کی حدیث میں غریب اور منکر روایتیں ہیں۔ (تاریخ بغداد بتحقیق بشار عواد: ۳۲۷/۱۶، ت: ۷۴۷۰)

✽ امام شمس الدین محمد بن احمد الذہبی رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۴۸ھ) اس کی ایک روایت کو ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں: ”فلعله الذي اختلقه“ شاید یہ وہی ہے جس نے اس حدیث کو گھڑا ہے۔ (میزان الاعتدال بتحقیق البجاوی: ۱۵۹/۲، ت: ۳۲۷۵)

اس پر مزید یہ کہ اس میں، امام سلیمان بن مہران الاعش بھی ہیں جو کہ علی پائے کے امام ہونے کے ساتھ ساتھ کثیر التذلیس ہیں۔

ائمہ کرام کے اقوال پیش خدمت ہیں:

✽ امام ابوسعید خلیل بن کیکلدی العلانی رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۶۱ھ): ”الإمام مشهور بالتدليس مكثر منه“ آپ امام ہیں۔ تدلیس میں مشہور ہیں اور کثرت سے تدلیس کرنے والے ہیں۔ (جامع التحصیل فی احکام المراسیل بتحقیق حمدی السلفی، ص: ۱۸۸، ت: ۲۵۸)

✽ امام ابو زرعہ احمد بن عبد الرحیم، المعروف بابن العراقي رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۲۶ھ): ”مشهور بالتدليس“. (کتاب المدلسین بتحقیق رفعت و نافذ، ص: ۵۵، ت: ۲۵)

✽ امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۵۲ھ) نے امام اعش رحمہ اللہ کو اپنی کتاب طبقات المدلسین میں دوسرے طبقے میں ذکر کیا تھا۔ (تعریف اہل التقدیس بمراتب الموصوفین بالتدلیس بتحقیق عاصم بن عبد اللہ القریوتی، ص: ۳۳، ت: ۵۵) لیکن اپنی دوسری کتاب: ”النکت علی کتاب ابن الصلاح“ میں انہیں تیسرے طبقے میں ذکر کرتے ہوئے قسطراز ہیں: ”الثالثة: من أكثروا من التدليس وعرفوا به وهم: - - - سليمان

(ترجمہ) جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”ہر آدمی کے اندر جذام کی ایک رگ ہوتی ہے۔ جب یہ رگ حرکت کرتی ہے تو اس پر زکام کو مسلط کر دیا جاتا ہے جو اس رگ کو سکون بخشتا ہے۔“

(تخریج) الموضوعات بتحقیق عبد الرحمن محمد عثمان: ۲۰۵/۳

(حکم حدیث) ”هذا حديث موضوع“۔ ”یہ حدیث موضوع ہے۔“

✽ امام محمد بن علی ابوسعید النقاش رحمہ اللہ (المتوفی: ۴۱۴ھ): ”هذا حديث موضوع“۔ ”یہ حدیث موضوع ہے۔“ (الموضوعات)

(سبب) روایت ہذا کی سند میں دو راوی متہم بالوضع ہیں۔ انہیں دونوں میں سے کسی ایک نے مذکورہ حدیث کو گھڑا ہے۔

(۱) محمد بن بشر المصري :

اس کا ترجمہ میں نہیں پاسکا لیکن زیر بحث روایت کے راوی امام محمد النقاش رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”لَا شَكَّ وَضَعَهُ يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدٍ أَوْ مُحَمَّدُ بْنُ بَشَرَ“
”بلاشبہ اس کو یحییٰ بن محمد نے یا محمد بن بشر نے گھڑا ہے۔“ (الموضوعات)

(۲) یحییٰ بن محمد بن خثیش:

یہ ضعیف، متہم بالوضع اور غریب و منکر روایتیں بیان کرنے والا راوی ہے۔

ائمہ کرام کے اقوال پیش خدمت ہیں:

✽ امام علی بن عمر البغدادی الدارقطنی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۸۵ھ): ”ضعيف“. (لسان المیزان للحافظ بتحقیق ابی غدة: ۴۷۴/۸، ت: ۸۵۲۰)

✽ امام محمد بن علی ابوسعید النقاش رحمہ اللہ (المتوفی: ۴۱۴ھ)

کے دادا کا نام غلط لکھا ہوا ہے جبکہ تیسری جگہ صحیح لکھا ہوا ہے۔ واللہ اعلم۔

✽ یحییٰ بن محمد کی متابعت کی گئی ہے لیکن وہ بھی ناقابل التفات ہے۔

تفصیل پیش خدمت ہے:

✽ امام ابو منصور شہر دار بن شہر ویہ الدیلمی رحمہ اللہ (المتوفی: ۵۵۸ھ) فرماتے ہیں:

أَبْنَانَا أَحْمَدُ بْنُ نَصْرِ الْحَافِظِ أَمْلَأَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ يَحْيَى، حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ لَالٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ مَنْصُورٍ، حَدَّثَنَا الْحُسَيْنُ بْنُ يَوْسُفَ الْفَحَامِ بِمِصْرَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَحْنُونِ التَّنُوخِيِّ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَرَ الْمِصْرِيِّ، حَدَّثَنَا أَبُو مَعَاوِيَةَ الضَّرِيرُ، عَنِ الْأَعْمَشِ، عَنْ زَيْدِ بْنِ وَهْبٍ، عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ رَفَعَهُ: "مَنْ أَدْمَى إِلَّا وَفِيهِ عَرَقٌ مِنَ الْجَذَامِ، فَإِذَا تَحَرَّكَ ذَلِكَ الْعَرَقُ سَلَطَ اللَّهُ عَلَيْهِ الزَّكَامَ، فَسَكَنَهُ".

(تخریج) مسند الفردوس نقلًا عن الغرائب الملتقطة من مسند الفردوس للحافظ (مخطوط)، ج: ۲۳۴۰.

(حکم حدیث) "هذا حديث موضوع"۔ "یہ حدیث موضوع ہے"۔

(سبب) روایت ہذا کی سند میں: محمد بن بشر المصری ہے جو کہ اسی حدیث کے وضع کے ساتھ متہم ہے۔

اس پر مزید یہ کہ اس میں:

(۱) محمد بن احمد بن منصور ہے۔ اس کا ترجمہ راقم کو نہیں مل سکا۔

(۲) امام سلیمان بن مہران الأعمش: آپ اعلیٰ پائے کے امام ہونے کے ساتھ ساتھ کثیر التردیس ہیں۔

اس تعلق سے علماء کے اقوال گزر چکے ہیں۔

(فائدہ) علامہ البانی رحمہ اللہ نے محمد بن احمد بن منصور کے

الأعمش "تیسرا طبقہ: جن لوگوں نے کثرت سے تدلیس کی اور وہ اس کے ذریعہ جانے گئے۔ وہ یہ ہیں:۔۔۔ سلیمان الأعمش۔" (النکت علی کتاب ابن الصلاح بتحقیق ربیع بن ہادی: ۶۴۰/۲) اور روایت ہذا میں موصوف نے سماع کی صراحت نہیں کی ہے۔

✽ اب چند باتیں بطور تنبیہ پیش خدمت ہیں:

(تنبیہ نمبر: ۱) الموضوعات کی سند میں موجود محمد بن بشر، یہ: محمد بن بشر المصری ہے۔ جیسا کہ الفردوس بماثور الخطاب (بتحقیق سعید: ۳۹/۴، ج: ۶۱۳۲) کے محقق۔ حفظہ اللہ۔ نے زہر الفردوس کے حوالے سے سند نقل کرتے ہوئے لکھا ہے۔

نہ کہ محمد بن بشر البصری جیسا کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے اللآلی المصنوعہ میں نقل کیا ہے کیونکہ اس نام کا مجھے صرف ایک راوی مل سکا۔ وہ یہ ہیں: "محمد بن بشر بن العباس، أبو سعيد البصري الكرابيسي ثم النيسابوري (المتوفى: ۳۷۸ھ)۔"

لیکن یہ زیر بحث روایت کے راوی ہو ہی نہیں سکتے کیونکہ آپ کی ولادت (۲۹۷ھ) میں ہے۔ دیکھیں: (تاریخ الإسلام بتحقیق بشار عواد: ۳۵۷/۸، ت: ۳۴۹) اور محمد بن سعید بن سحنون التَّنُوخِيُّ رحمہ اللہ کی وفات (۲۵۶ھ) میں ہے۔ دیکھیں: (سیر أعلام النبلاء بتحقیق مجموعة من المحققين: ۶۰/۱۳، ت: ۴۵) اور محمد بن خازم أبو معاوية الضَّرِير رحمہ اللہ کی وفات (۱۹۵ھ) میں ہوئی۔ دیکھیں: (مشاہیر علماء الأمصار وأعلام فقهاء الأقطار بتحقیق مرزوق، ص: ۲۷۱، ت: ۱۳۶۸)

(تنبیہ نمبر: ۲) الموضوعات میں: "يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ حَبَسٍ" لکھا ہوا ہے جبکہ اللآلی المصنوعہ میں: "يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ حَسَنٍ" لکھا ہوا ہے۔ اور تنزیہ الشریعہ میں: "يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ خَشِيشٍ" ہے۔ (تنزیہ الشریعہ المرفوعة بتحقیق عبد الوہاب وغیرہ: ۳۵۷/۲، ج: ۱۷)

راقم باادب عرض کرتا ہے کہ اول الذکر دونوں جگہوں میں یحییٰ

کہ یہ وہ حسین بن یوسف ہو جس کو امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے
مجهول کہا ہے۔ (الضعیفہ: ۳۴۴/۱)

راقم باادب عرض کرتا ہے کہ حسین بن یوسف الفحام ثقہ ہیں
جیسا کہ امام شمس الدین الذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔

(تاریخ الاسلام بتحقیق بشار عواد: ۳۹۷/۷، ت: ۳۶۲)

(تنبیہ نمبر: ۳) علامہ البانی رحمہ اللہ مذکورہ روایت کے
تحت فرماتے ہیں:

”وهذا المتهم به عندي محمد بن أحمد بن منصور أو
شيخه الفحام فإن هذا لم أعرفه، ويحتمل أنه الحسين بن
يوسف الذي قال ابن عساكر: مجهول“ ”میرے نزدیک
محمد بن احمد بن منصور یا اس کا شیخ الفحام اس حدیث کو گھڑنے سے
متہم ہے کیونکہ میں اس کو نہیں جانتا ہوں۔ احتمال ہے کہ یہ وہ حسین
بن یوسف ہو جس کو امام ابن عساکر رحمہ اللہ نے مجهول کہا ہے۔“
(الضعیفہ: ۳۴۴/۱)

راقم باادب عرض کرتا ہے کہ حسین بن یوسف الفحام ثقہ ہیں۔ اور
علامہ البانی رحمہ اللہ نے آپ کو اس لئے متہم قرار دیا کیونکہ آپ ان کو
نہیں پہچان سکے جیسا کہ آپ کے مذکورہ کلام سے واضح ہوتا ہے۔ اللہ
آپ پر رحم فرمائے اور آپ کی قبر کو نور سے بھر دے۔ آمین۔

(خلاصۃ التحقیق) زیر بحث روایت موضوع ہے لہذا
اس بات کی نسبت نبی کریم ﷺ کی طرف نہیں کرنی چاہئے۔
رہا مسئلہ حکماء کا تو اس کی بابت عرض ہے کہ اگر واقعی میں ماہر اور
معتد علیہ حکماء یہ بات کہتے ہیں کہ زکام کا فوری علاج بہتر نہیں ہے
تو ان کی بات قبول کی جانی چاہئے کیونکہ وہ اس فن کے ماہر اور
معتد علیہ لوگ ہیں لیکن اس کی نسبت نبی کریم ﷺ کی جانب
کرنے بالکل بھی صحیح نہیں ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

لئے امام ذہبی رحمہ اللہ کا یہ کلام پیش کیا ہے:

”قال الذهبي: روى عن أبي حفص الفلاس خبرا باطلا
في لعن الرافضة والجهمية، لا يدري من هو وكذا ذلك
الراوي عنه“ ”امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اس نے امام ابو
حفص الفلاس سے رافضہ اور جہمیہ کو لعنت کرنے کی بابت ایک
باطل حدیث روایت کی ہے۔ یہ کون ہے نہیں پہچانا جاتا ہے؟ اور
اس سے روایت کرنے والے کی بھی یہی حالت ہے۔“ (الضعیفہ:
۳۴۴/۱)

راقم باادب عرض کرتا ہے کہ مذکورہ سند میں موجود ابن منصور،
اگر وہی ہے جو امام ابو حفص الفلاس رحمہ اللہ سے روایت کرنے
والا ہے تو اس کی بابت امام ذہبی کا کلام گزر چکا ہے لیکن اگر وہ نہیں
ہے تو مجھے اس کا ترجمہ نہیں مل سکا۔ واللہ اعلم۔

✽ اب چند باتیں بطور تنبیہ پیش خدمت

ہیں:

(تنبیہ نمبر: ۱) امام سیوطی رحمہ اللہ المالکی المصنوعہ میں
رقطراز ہیں:

”أخرجہ الدیلمی أنبأنا أبو نصر، حدثنا محمد بن
الحسين بن يحيى“. (اللائئ المصنوعة بتحقیق صلاح: ۲۰/
۳۳۵)

راقم باادب عرض کرتا ہے کہ یہ غلط ہے، صحیح: ”أنبأنا أحمد بن
نصر الحافظ أملاء، حدثنا محمد بن الحسين بن يحيى“ ہے
جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے مسند الفردوس سے نقل کیا ہے۔

نیز دیکھیں: (الفردوس بماثور الخطاب بتحقیق السعید بن بسوی
ذغلول: ۳۹۷/۴، ج: ۲۱۳۲)

(تنبیہ نمبر: ۲) علامہ البانی رحمہ اللہ ”حسین بن
یوسف الفحام“ کی بابت فرماتے ہیں:

”لم أعرفه، ويحتمل أنه الحسين بن يوسف الذي قال
ابن عساكر: مجهول“ ”میں اس کو نہیں جانتا ہوں۔ احتمال ہے

سورة الملك کی فضیلت میں وارد ایک حدیث کی تحقیق

حافظ اکبر علی اختر علی سلفی

عبد القادر: ۱/۵۳، ت: ۲۰۷۶، و معجم ابن الأعرابی بتحقیق
عبد المحسن: ۳/۸۹۱، ح: ۱۸۶۰، و المتمنین لابن ابی الدنیا
بتحقیق محمد خیر، ص: ۷۹، ت: ۱۳۳، و شعب الإيمان للبيهقي
بتحقیق الدكتور عبد العلي: ۳/۲۲، ح: ۲۲۷۷، و الكامل في
ضعفاء الرجال بتحقیق عادل أحمد ورفقاء: ۳/۲۸۰، ت:
۵۰۸

(حکم حدیث) ”اسنادہ ضعیف جدا“۔

”اس کی سند سخت ضعیف ہے“۔

✽ علامہ البانی رحمہ اللہ: ”ضعیف جدا“۔

”سخت ضعیف ہے“۔ (الضعیف: ۱۰/۲۹۳، ح: ۳۷۷)

(وجہ ضعف) روایت ہذا کی سند میں: ”حفص بن عمر

العدنی“ ہے جو کہ سخت ضعیف راوی ہے۔

ائمہ کرام کے اقوال پیش خدمت ہیں:

✽ امام بیہقی بن معین رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۳۳ھ): ”لیس

بثقة“۔ (التراجم الساقطة من کتاب إكمال تهذيب الكمال

لمغلطای بتحقیق طلائع و طالیات، ص: ۲۲۶، ت: ۱۳۷، و قال

المصنف: وفي ”كتاب البرقي“ عن يحيى:....)

✽ امام ابو زرہ الرازی رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۴۶ھ):

”واھی“۔ (سؤالات البرذعی بتحقیق الدكتور سعدی: ۲/۳۲۰)

✽ امام ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۷۷ھ): ”لین

الحديث“۔ (الجرح والتعديل لابن ابی حاتم بتحقیق المعلمی: ۳/

۱۸۲، ت: ۷۸۳)

الحمد لله وحده والصلاة والسلام على من لا نبى بعده

، اما بعد:

محترم قارئین! سورة الملك کی فضیلت میں کئی روایتیں مروی
ہیں۔ جن میں سے کچھ ثابت ہیں اور کچھ غیر ثابت ہیں۔

جو روایتیں ثابت نہیں ہیں انہیں میں سے ایک روایت کی
مفصل تحقیق پیش خدمت ہے:

✽ امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم رحمہ اللہ (المتوفی:

۴۰۵ھ) فرماتے ہیں:

”أَخْبَرَنَا بَكْرُ بْنُ مُحَمَّدَ بْنِ حَمْدَانَ الصَّيْرَفِيُّ بِمَرْوٍ،

ثَنَا عَبْدُ الصَّمَدِ بْنُ الْفَضْلِ الْبَلْخِيُّ، ثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ

الْعَدَنِيُّ، حَدَّثَنِي الْحَكَمُ بْنُ أَبَانَ، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ ابْنِ

عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

وَسَلَّمَ: ”وَدِدْتُ أَنَّهَا فِي قَلْبِ كُلِّ مُؤْمِنٍ - يَعْنِي تَبَارَكَ

الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ. هَذَا إِسْنَادٌ عِنْدَ الْيَمَانِيِّينَ صَحِيحٌ

وَلَمْ يَخْرُجْ جَاهٌ“.

(ترجمہ) ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میری خواہش ہے کہ سورہ تبارک ہر مؤمن

کے دل میں ہو۔

امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ سند یمانیوں کے نزدیک صحیح

ہے اور شیخین نے اس کی تخریج نہیں کی ہے۔

(تخریج) المستدرک علی الصحیحین بتحقیق مصطفیٰ

(۱) ”كَانَ مِمَّنْ يَقْلِبُ الْأَسَانِيدَ قَلْبًا، لَا يَجُوزُ الْاِخْتِجَاجُ بِهِ إِذَا انْفَرَدَ“۔

”یہ ان لوگوں میں سے تھا جو اسانید کو الٹ پلٹ کر دیتے تھے، جب یہ کسی روایت کو بیان کرنے میں مفرد ہو تو اس سے احتیاج کرنا جائز نہیں ہے“۔ (المجروحین بتحقیق محمود ابراہیم: ۱/ ۲۵۷، ۲۵۳)

(۲) ”ضعیف، واو“۔ (المصدر السابق: ۱/ ۱۱۳، ۲۸)

✽ امام ابو احمد بن عدی الجرجانی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۶۵ھ):

”وَلَحْفَصِ بْنِ عَمْرِو الْفَرَّخِ أَحَادِيثُ غَيْرُ هَذَا وَعَامَّةُ حَدِيثِهِ غَيْرُ مَحْفُوظٍ وَأَخَافُ أَنْ يَكُونَ ضَعِيفًا كَمَا ذَكَرَهُ النَّسَائِيُّ“ ”حفص بن عمر کی میری ذکر کردہ احادیث کے علاوہ بھی احادیث ہیں اور اس کی اکثر و بیشتر احادیث غیر محفوظ ہیں اور مجھے خوف ہے کہ یہ ضعیف ہو جیسا کہ امام نسائی رحمہ اللہ نے اس کو ذکر کیا ہے“۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال بتحقیق عادل احمد ورفقاء: ۳/ ۲۸۳، ۵۰۸)

✽ امام علی بن عمر البغدادی الدارقطنی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۸۵ھ): ”ضعیف“۔ (العلل بتحقیق محمد بن صالح: ۱/ ۳۲۴)

✽ امام ابو الفضل محمد بن طاہر الشیبانی، المعروف بابن قیس رانی رحمہ اللہ (المتوفی: ۵۰۷ھ):

(۱) ”ضعیف، واو“۔ (تذکرۃ الحفاظ بتحقیق حمدی السلفی، ص: ۳۴، ج: ۶۱)

(۱) ”وَهُوَ غَيْرُ ثِقَّةٍ“۔ (ذخیرۃ الحفاظ بتحقیق عبد الرحمن الفریوانی: ۲/ ۶۷۲، ج: ۱۲۰۵)

✽ امام محمد بن احمد الذہبی رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۴۸ھ):

(۱) ”واو“ ”سخت ضعیف ہے“۔ (تاریخ الإسلام بتحقیق بشار عواد: ۵/ ۵۷، تحت الترجمة: ۹۶)

(۲) ”ترکوه“ ”محدثین نے اسے ترک کر دیا ہے“۔ (دیوان الضعفاء بتحقیق حماد الأنصاری، ص: ۹۴، ۱۰۵۵)

✽ امام ابو بکر احمد بن عمرو العسلی، المعروف بالبزار رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۹۲ھ): ”لیس بالثقة وقد حدث عن الحكم، وعن غيره بأحاديث لم يتابع عليها“۔

”یہ ثقہ نہیں ہے۔ اس نے حکم وغیرہ سے ایسی احادیث بیان کی ہیں جن پر (اس کی) متابعت نہیں کی گئی ہے“۔ (مسند البزار بتحقیق عادل بن سعد: ۱۵/ ۲۹۲، ج: ۸۷۹۵)

✽ امام احمد بن شعیب النسائی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۰۳ھ):

”لیس بثقة“۔ (الضعفاء والمتروكون بتحقیق محمود ابراہیم، ص: ۳۱، ۱۳۳)

✽ امام مالک بن عیسیٰ القفصی المالکی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۰۵ھ):

امام ابو العرب محمد بن احمد بن تیمم المغربي رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۳۳ھ): ”قلت لمالك بن عيسى: حفص بن عمر الذي روى عن مالك عن نافع عن ابن عمر عن بسرة في مس الذكر فقال: يقال له: الفرخ؛ كان يكون بمكة وليس هو بشيء“۔

”میں نے مالک بن عیسیٰ رحمہ اللہ سے کہا: حفص بن عمر (کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟) جس نے امام مالک سے، عن نافع، عن ابن عمر عن بسرہ رضی اللہ عنہما کے طریق سے مس ذکر والی روایت بیان کی ہے۔ آپ نے فرمایا: اس کو فرخ کہا جاتا تھا، یہ مکہ میں رہتا تھا۔ اور کچھ نہیں ہے“۔ (التراجم الشافطة من کتاب إكمال تهذيب الكمال لمغلطاي بتحقیق طلائع وطلاياث، ص: ۲۴۶، ۱۴۷، وقد نقله المصنف من كتابه)

✽ امام ابو جعفر محمد بن عمرو العسلی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۲۲ھ):

”لَا يُقِيمُ الْحَدِيثَ“۔ (الضعفاء الكبير بتحقیق عبد المعطي: ۱/ ۲۷۳، ۳۳۸)

✽ امام ابو حاتم محمد بن حبان البستی، المعروف بابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۵۴ھ):

(۳) ”غیر ثقہ“۔ (المستدرک علی الصحیحین بتحقیق مصطفیٰ عبدالقادر: ۲۲۲/۲، ج: ۲۸۱۷)

(۴) ”هالك“۔ (المصدر السابق: ۳۰۶/۳، ج: ۸۰۹۱)

✽ امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۵۲ھ): ”ضعیف“۔
 “(تقریب التہذیب بتحقیق محمد عوامہ، ص: ۱۷۳، ت: ۱۲۲۰)

مزید اقوال کے لئے دیکھیں: (تہذیب الکمال فی أسماء الرجال للزمی بتحقیق بشار عواد: ۴۲/۷، ت: ۱۳۰۵)

✽ اب چند باتیں بطور فائدہ پیش خدمت

ہیں:

(فائدہ نمبر: ۱) امام حاکم رحمہ اللہ کے کلام پر تعاقب کرتے ہوئے امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:
 ”حفص واہ۔“

”حفص سخت ضعیف ہے“۔ (المستدرک علی الصحیحین بتحقیق مصطفیٰ عبدالقادر: ۵۳/۱، ج: ۲۰۷۶)

(فائدہ نمبر: ۲) راقم نے اپنے ایک مضمون میں حفص العدنی کو صرف ضعیف لکھا تھا لیکن آج یہ بندہ، اپنی اُس بات سے رجوع کرتا ہے۔

✽ اب چند باتیں بطور تنبیہ پیش خدمت

ہیں:

(تنبیہ نمبر: ۱) امام محمد بن حماد الطہرانی رحمہ اللہ نے حفص العدنی کو ثقہ کہا ہے۔

(الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم بتحقیق المعلمی: ۱۸۲/۳، ت: ۷۸۳، واسنادہ صحیح)

راقم باادب عرض کرتا ہے کہ جمہور ائمہ کرام کی جرح کے مقابلے میں یہ توثیق ناقابل التفات ہے۔

(تنبیہ نمبر: ۲) مختصر تلخیص الذہبی کے محقق: عبداللہ بن حمد حفظہ اللہ زیر بحث روایت کی تحقیق میں فرماتے ہیں:

”وفیه حفص بن عمر بن میمون العدنی أبو إسماعیل

الملقب بالفرخ. قال ابن أبي حاتم: كان ثقة۔۔۔“

راقم باادب عرض کرتا ہے کہ یہ شیخ حفظہ اللہ کا وہم ہے کیونکہ امام ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے حفص کو ثقہ نہیں کہا ہے بلکہ امام طہرانی رحمہ اللہ نے کہا ہے جیسا کہ گزشتہ سطور میں گزر چکا ہے۔

(تنبیہ نمبر: ۳) چند ائمہ کرام نے حفص بن عمر العدنی، الملقب بالفرخ اور حفص بن عمر بن میمون ردینا را ابو اسماعیل الایلی را الایلی کو ایک قرار دیا ہے۔ مثال کے طور پر دیکھیں: (المغنی فی الضعفاء بتحقیق الدكتور نور الدین: ۱۸۰/۱، ت: ۱۶۲۰)

جبکہ درج ذیل ائمہ کرام نے دونوں میں فرق کیا ہے۔

(۱) امام ابو جعفر محمد بن عمرو العقلمی رحمہ اللہ (المتوفی:

۳۲۲ھ):

✽ حفص بن عمر العدنی: ”لَا يُقِيمُ الْحَدِيثَ“۔ (الضعفاء الكبير بتحقیق عبد المعطی: ۲۷۳/۱، ت: ۳۳۸)

✽ حفص بن عمر بن میمون الایلی: ”وَحَفْصُ بْنُ عَمْرٍو هَذَا يُحَدِّثُ عَنْ شُعْبَةَ، وَمِسْعَرٍ، وَمَالِكِ بْنِ مَعْمُورٍ، وَالْأَيْمَنَةَ بِأَثَرٍ طِيلٍ“۔

”حفص بن عمر نے امام شعبہ، امام مسعر، امام مالک بن معمر رحمہم اللہ اور دیگر ائمہ سے باطل روایتیں بیان کی ہیں“۔ (الضعفاء الكبير بتحقیق عبد المعطی: ۲۷۵/۱، ت: ۳۳۹)

(۲) امام ابو محمد عبد الرحمن بن ابو حاتم الرازی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۲۷ھ):

✽ حفص بن عمر العدنی: ”لین الحديث“۔ (الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم بتحقیق المعلمی: ۱۸۲/۳، ت: ۷۸۳)

✽ حفص بن عمر بن میمون الایلی: ”كان شيخا كذابا“۔

”یہ جھوٹا شیخ تھا“۔ (المصدر السابق: ۱۸۳/۳، ت: ۷۸۹)

(۳) امام ابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۵۴ھ):

✽ حفص بن عمر العدنی: ”يعرف بفرخ، يروي عن مالك

✽ حفص بن عمر بن دینار الابی: ”وَأَحَادِيثُهُ كُلُّهَا إِذَا مُنْكَرُ الْمَثْنِ أَوْ مُنْكَرُ الْإِسْنَادِ، وَهُوَ إِلَى الضَّعْفِ أَقْرَبُ“۔

”اس کی تمام احادیث یا تو منکر المثن ہیں یا منکر الإسناد ہیں اور یہ ضعف سے زیادہ قریب ہے۔“ (الکامل فی ضعف الرجال بتحقیق عادل أحمد ورفقاءہ: ۲۸۸/۳، ت: ۵۱۱)

(۵) امام ابو الحسن علی بن عمر البغدادی الدارقطنی رحمہ اللہ (التوفی: ۳۸۵ھ):

(۶) امام ابو بکر احمد بن علی الخطیب البغدادی رحمہ اللہ (التوفی: ۴۲۳ھ):

دیکھیں: (التراجم المساقطہ من کتاب إكمال تہذیب الکمال لمغلطای بتحقیق طَلَّاب وَطَالِبَات، ص: ۲۳۵، ت: ۱۳۷، ومجروح أسماء الرواة عن مالک بتحقیق أبو محمد سالم، ص: ۳۶، ت: ۱۷۷ و ۱۷۸)

راقم باادب عرض کرتا ہے کہ دونوں دو (۲) راوی ہیں۔ جیسا کہ جہاں نے کہا ہے۔

✽ حفص بن عمر العدنی کی ابراہیم بن الحکم العدنی نے متابعت کی ہے لیکن وہ بھی ناقابل التفات ہے۔

تفصیل پیش خدمت ہے:

✽ امام ابو القاسم سلیمان بن احمد الشامی الطبرانی رحمہ اللہ (التوفی: ۳۶۰ھ) فرماتے ہیں:

حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْحُسَيْنِ بْنِ عَجَلَانَ، ثنا سَلَمَةُ بْنُ شَيْبٍ، ثنا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْحَكَمِ، حَدَّثَنِي أَبِي، عَنْ عِكْرِمَةَ، عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: ”لَوْ دِدْتُ أَنَّهُ فِي قَلْبِ كُلِّ إِنْسَانٍ مِنْ أُمَّتِي، يَغْنِي: تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ“۔

(تخریج) المعجم الكبير بتحقیق حمدی السلفی: ۱۱ / ۲۲۱، ح: ۱۱۶۱۶، والمنتخب من مسند عبد بن حمید بتحقیق

بن أنس وأهل المَدِينَةِ، كَانَ مِمَّنْ يَقْلِبُ الْأَسَانِيدَ قَلْبًا لَا يَجُوزُ الْإِحْتِجَاجُ بِهِ إِذَا انفرد“. (المجروحین بتحقیق محمود ابراہیم: ۲۵۷/۱، ت: ۲۵۳)

✽ ابواسامیل حفص بن عمر الابی: ”حَفْصُ بْنُ عُمَرَ الْأَبْلَى الَّذِي يُقَالُ لَهُ الْحَبْطِيُّ، كُنِيَّتُهُ أَبُو إِسْمَاعِيلَ، يَقْلِبُ الْأَخْبَارَ وَيُلْزِقُ بِالْأَسَانِيدِ الصَّحِيحَةِ الْمُثْنُونَ الْوَاهِيَةَ وَيَعْمَدُ إِلَى خَيْرٍ يَعْرِفُ مِنْ طَرِيقٍ وَاحِدٍ فَيَأْتِي بِهِ مِنْ طَرِيقٍ آخَرَ لَا يَعْرِفُ“۔

”حفص بن عمر الابی جسے الحبطي بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی کنیت ابواسامیل ہے۔ یہ حدیثوں کو الٹ پلٹ دیتا تھا اور صحیح اسانید کے ساتھ وہی متون جوڑ دیتا تھا۔ اور یہ ایک حدیث کو لیتا جو ایک طریق سے جانی جاتی ہے۔ پھر اس کو ایک ایسے دوسرے طریق سے بیان کرتا جو نہیں جانا جاتا ہے۔“ (المجروحین بتحقیق محمود ابراہیم: ۲۵۸/۱، ت: ۲۵۳)

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ”وقد وهم ابن حبان فجعل الابلبي هو الحبطي“۔

”امام ابن حبان رحمہ اللہ وہم کا شکار ہو گئے اور ابلی ہی کو حبطي بنا دیا۔“ (میزان الاعتدال بتحقیق البحای: ۵۶۱/۱، ت: ۲۱۳۲)

(۴) امام ابو احمد بن عدی الجرجانی رحمہ اللہ (التوفی: ۳۶۵ھ):

✽ حفص بن عمر العدنی: ”وَلِحَفْصِ بْنِ عُمَرَ الْفَزْخُ أَحَادِيثٌ غَيْرُ هَذَا وَغَامَةٌ حَدِيثُهُ غَيْرُ مَحْفُوظٍ وَأَخَافُ أَنْ يَكُونَ ضَعِيفًا كَمَا ذَكَرَهُ النَّسَائِيُّ“۔

”حفص بن عمر کی میری ذکر کردہ احادیث کے علاوہ بھی احادیث ہیں اور اس کی اکثر و بیشتر احادیث غیر محفوظ ہیں اور مجھے خوف ہے کہ یہ ضعیف ہو جیسا کہ امام نسائی رحمہ اللہ نے اس کو ذکر کیا ہے۔“ (الکامل فی ضعف الرجال بتحقیق عادل أحمد ورفقاءہ: ۲۸۳/۳، ت: ۵۰۸)

(۲) ”واھی“۔ (سؤالات البرذعی بتحقیق الدكتور سعدی: ۲/ ۳۲۰)

✽ امام احمد بن شعیب النسائی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۰۳ھ):
”متروک الحدیث“۔ (الضعفاء والمتروکون بتحقیق محمود، ص: ۱۲، ت: ۱۲)

✽ امام ابویحییٰ زکریا بن یحییٰ الساجی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۰۷ھ):
”ضعیف الحدیث لیس بشیء“۔ (اکمال تہذیب الکمال فی أسماء الرجال للمغلطانی بتحقیق عادل واسامہ: ۱/ ۱۹۷، ت: ۲۰۲)

✽ امام ابو حاتم محمد بن حبان البستی، المعروف بابن حبان رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۵۴ھ):

(۱) ”وَأَمَّا وَقَعَ الْمَنَاقِبِ فِي رِوَايَتِهِ مِنْ رِوَايَةِ ابْنِهِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْحَكَمِ عَنْهُ وَإِبْرَاهِيمَ ضَعِيفٌ“۔

”حکم بن ابان رحمہ اللہ کی روایتوں میں منکر روایتیں جو آئی ہیں وہ ان کے بیٹے ابراہیم کی جانب سے ہیں اور ابراہیم ضعیف ہے“۔ (الثقات: ۱۸۶/۲، ت: ۴۸۸)

(۲) ”وَكَانَ يَخْطِئُ لَا يَعْجِبُنِي الْاِخْتِجَاجُ بِخَبَرِهِ إِذَا انْفَرَدَ“۔

”یہ غلطی کرتا تھا۔ جس روایت کو بیان کرنے میں یہ منفرد ہو اس سے حجت پکڑنے کو میں پسند نہیں کرتا ہوں“۔ (المجروحین بتحقیق محمود ابراہیم: ۱/ ۱۱۴، ت: ۲۸)

✽ امام علی بن عمر البغدادی الدارقطنی رحمہ اللہ (المتوفی: ۳۸۵ھ):
”كان ضعيفا“۔ (الضعفاء والمتروکون بتحقیق موفق عبد اللہ، ص: ۹۵، ت: ۲)

✽ امام ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصبہانی رحمہ اللہ (المتوفی: ۴۳۰ھ):
”قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ: لَيْسَ بِشَيْءٍ“۔

”امام یحییٰ بن سعید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ کچھ نہیں ہے“۔ (الضعفاء بتحقیق فاروق حماد، ص: ۵۶، ت: ۲)

✽ امام شمس الدین محمد بن احمد الذہبی رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۴۸ھ):

صحبی وغیرہ، ص: ۲۰۶، ح: ۶۰۳، وفیہ زیادة.

(حکم حدیث) ”اسنادہ ضعیف جدا“۔
”اس کی سند سخت ضعیف ہے“۔

(وجه ضعف) روایت ہذا کی سند میں: ”ابراہیم بن الحکم بن ابان العذنی“ ہے جو کہ سخت ضعیف، متروک الحدیث راوی ہے۔

انہ کرام کے اقوال پیش خدمت ہیں:

✽ امام ابوزکریا یحییٰ بن معین رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۳۳ھ):
(۱) ”ضعیف“۔ (تاریخ ابن معین (روایۃ الدوری) بتحقیق احمد محمد: ۶/۳، ت: ۳۰۵)

(۲) ”لا شیء“۔ (الجرح والتعديل لابن ابی حاتم بتحقیق المعلمی: ۲/ ۹۴، ت: ۲۵۲، واسنادہ صحیح)

(۳) ”ضعیف، لیس بشیء“۔ (الکامل فی ضعف الرجال بتحقیق عادل احمد ورفقاء: ۱/ ۳۹۴، ت: ۷۲، واسنادہ حسن)

(۴) ”لَيْسَ بِشَيْءٍ لَيْسَ بِثِقَةٍ“۔ (العلل ومعرفة الرجال بتحقیق وصی اللہ بن محمد عباس: ۱۰/۳، ت: ۳۹۱۰، واسنادہ صحیح)

✽ امام ابو عبد اللہ احمد بن حنبل رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۴۱ھ):
”لَيْسَ بِشَيْءٍ، لَيْسَ بِثِقَةٍ“۔ (الضعفاء الکبیر بتحقیق عبد المعطی: ۱/ ۵۰، ت: ۳، واسنادہ صحیح)

✽ امام محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۵۶ھ):
”سكنوا عنه“۔ (التاریخ الکبیر بحواشی محمود خلیل: ۱/ ۲۸۲، ت: ۹۱۵)

✽ امام ابراہیم بن یعقوب الجوزجانی رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۵۹ھ):
”ساقط“۔ (أحوال الرجال بتحقیق عبد العليم البستوي، ص: ۲۵۲، ت: ۲۵۷)

✽ امام ابوزرعة الرازی رحمہ اللہ (المتوفی: ۲۶۴ھ):

(۱) ”ليس بقوي ضعيف“۔ (الجرح والتعديل لابن ابی حاتم بتحقیق المعلمی: ۲/ ۹۴، ت: ۲۵۲)

(۷۷۸ھ):

عدن الیٰ ابراہیم بن الحکم۔ (۲۳۹/۱)۔
اور الضعفاء والمتر وکین للدارقطنی (بتحقیق موفق عبد اللہ)
میں اس طرح ہے:

(۱) ”متروک“۔ (دیوان الضعفاء بتحقیق حماد الأنصاری، ص: ۱۵، ت: ۱۷۲)

”عن ابیه کان ضعیفاً قال احمد۔۔۔“۔ (ص: ۹۵)

(۲) ”تَرْكُوهُ وَقُلْ مِنْ مَّشَاهِدٍ عَلَىٰ ضَعْفِهِ“۔

راقم باادب عرض کرتا ہے کہ:

”محمد شین نے اسے ترک کر دیا ہے اور وہ لوگ کم ہیں جنہوں
نے ضعف کے باوجود اس سے روایت لی ہو“۔ (المعنی فی
الضعفاء بتحقیق الدكتور نور الدین: ۱۲/۱، ت: ۶۴)

(۱) امام ابو عبد اللہ مغلطائی بن قلیج المصری الحنفی رحمہ اللہ
(المتوفی: ۷۶۲ھ) اپنی کتاب: ”اکمال تہذیب الکمال“
میں رقمطراز ہیں: ”وقال أبو الحسن الدارقطني في كتاب
الضعفاء: ضعيف“۔

✽ امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۵۲ھ):
”ضعيف وصل مراسيل“۔

”امام دارقطنی رحمہ اللہ کتاب الضعفاء میں فرماتے ہیں کہ یہ
ضعیف ہے“۔ (بتحقیق عادل واسامہ: ۱۹۶/۱، ت: ۲۰۲)

”ضعيف ہے۔ مرسل روایتوں کو موصول بنا دیتے تھے۔“
(تقریب التہذیب بتحقیق محمد عوامہ، ص: ۸۹، ت: ۱۶۶)

(۲) امام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (المتوفی: ۸۵۲ھ) بھی اپنی
کتاب: ”تہذیب التہذیب“ میں رقمطراز ہیں: ”وقال
الدارقطني: ضعيف“۔ (۱۱۶/۱، ت: ۲۰۵)

✽ اب چند باتیں بطور تنبیہ پیش خدمت
ہیں:

اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ شیخ موفق عبد اللہ حفظہ اللہ
نے جو تحقیق پیش کی ہے وہ صحیح ہے۔ والحمد للہ۔

(تنبیہ نمبر: ۱) امام ابو عبد اللہ مغلطائی بن قلیج المصری
الحنفی رحمہ اللہ (المتوفی: ۷۶۲ھ) اپنی کتاب: ”اکمال تہذیب
الکمال“ میں رقمطراز ہیں: ”وفي كتاب أبي جعفر العقيلي:
ليس بشيء ولا بثقة“۔ (بتحقیق عادل واسامہ: ۱۹۷/۱، ت: ۲۰۲)

(خلاصۃ التحقیق) زیر بحث روایت سخت ضعیف
ہے۔ واللہ اعلم۔

راقم باادب عرض کرتا ہے کہ اس سے کوئی یہ سمجھ سکتا ہے کہ امام
عقیلی رحمہ اللہ نے ابراہیم العدنی پر ان الفاظ میں جرح کی
ہے جبکہ معاملہ یہ ہے کہ امام عقیلی رحمہ اللہ نے امام عبد اللہ رحمہ اللہ
کے طریق سے ان کے والد امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی جرح نقل
کی ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

(تنبیہ نمبر: ۲) الضعفاء والمتر وکین للدارقطنی (بتحقیق
الدكتور عبد الرحيم) میں ابراہیم بن الحکم کا تذکرہ اس طرح سے
ہے:

”ابراہیم بن الحکم بن أبان العدني۔“

قال أحمد بن حنبل: ”في سبيل الله دراهم أنفقناها إلى

می ٹو اور قرآن کا پیغام

ڈاکٹر عبدالکریم سلفی علیگ

می ٹو (ہاں میرے ساتھ بھی ایسا ہوا)

برداشت نہیں کر سکتی تھی۔

یہ وہ اصطلاح ہے جسے آج سے تقریباً ایک سال پہلے امریکا میں کچھ خواتین نے اپنے اوپر ہوئے جنسی زیادتی کا اعلان کرنے کیلئے استعمال کیا تھا اور ان طاقتور ہستیوں کو ننگا کیا تھا جو عورتوں کا استحصال کیا کرتے تھے، اب وہ تحریک چند ہفتوں پہلے اپنے ملک ہندوستان تک پہنچ گئی، ملک ہندوستان میں اس وقت یہ بڑی خبر بنی ہوئی ہے، بہت سارے لوگ اس انتظار میں ہیں کہ دیکھو اب کس کا نام آتا ہے، کتنے لوگ خوف کے لحاظ گزار رہے ہیں کہ نہ جانے کس خبر سے عزتوں کی شام ہو جائے، بہت سارے لوگوں کی سٹی بی ٹی گم ہو گئی ہے، انہیں کچھ سمجھ نہیں آ رہا اس ڈر سے کہ کہیں ان کے راز بھی وانہ کر دیئے جائیں، ”می ٹو“ اصطلاح اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ میرے ساتھ بھی جنسی زیادتی ہو چکی ہے، لوگ اپنے اپنے اوپر ہوئے جنسی حملوں کی پول کھول رہے ہیں، ایسے موقع پر نہ جانے کتنے بڑے بڑے نامور صحافی جو صحافت کے میدان کے بے تاج بادشاہ تھے اور جنکا طوطی بولتا تھا اخبارات و جرائد و رسائل میں جن کے تعریفی کلمات سے نہ جانے کتنے کھلائیک نائیک بن جاتے تھے، جن کی شمولیت سے پارٹیاں عروج پا جاتی تھیں، جن کی تحریر و تقریر کو ایک سند کی حیثیت حاصل تھی، لیکن آج انہیں کی حالت بھیگی بلی کی سی ہو گئی ہے، آج وہ لوگ ذلیل ہو رہے ہیں کیونکہ انہوں نے دنیا سے چھپ کر وہ کام کیا کہ جسے باغیرت دنیا کبھی

اب ذرا دیکھیں کہ کتنے بڑے بڑے اور پہنچے ہوئے اشخاص کے نام آرہے ہیں، چاہے وہ ایم جے اکبر ہوں کہ جن کے خلاف ایک دو نے نہیں بلکہ تقریباً بارہ خواتین نے جنسی زیادتی کا الزام لگایا ہے، فلمی ڈائریکٹرس، کرکٹر، لکھنے والے، بی سی سی آئی کے سی اور اہل جوہری، وغیرہ سرفہرست ہیں، اور بہت سے نام آرہے ہیں۔

ظفر آغا صاحب کہ جنکا مضمون ایک اردو اخبار میں اس ہیڈنگ کے ساتھ چھپا ”ایم جے اکبر، اللہ جسے چاہے عزت دے جسے چاہے ذلت دے“ کے تحت لکھتے ہیں کہ ”اکبر جو لکھ دیں وہ پتھر کی لکیر، وہ حرف آخر، جس سیاستداں کے حق میں اکبر بس وہ پارہ، اور اکبر جس کے مخالف وہ مٹی“، بہر حال عدالت کا کوئی بھی فیصلہ ہو لیکن آج یہ عظیم صحافی اپنے کروت کی وجہ سے عوام کی نظروں سے گر چکا ہے اور عرش سے فرش پر آ چکا ہے۔

یہ بات مبنی بر حقیقت ہے اور ہر شخص معاشرے میں محسوس بھی کر سکتا ہے، کہ ۹۹ فیصد لوگ ایسے ہیں کہ جب ان کو عروج ملتا ہے مثلاً وہ کسی ایسے با اختیار پوزیشن پر پہنچ گئے جس کی وجہ سے تقریری انکے ہاتھ میں آ گئی یا ان کے ماتحت بیشتر خواتین برسر عمل ہیں، کوئی وزیر بن گیا، کوئی اخبار کا ایڈیٹر، کوئی فلم ڈائریکٹر ہے، کوئی صدر شعبہ یا کسی فیکٹی کا ڈین ہے، کوئی گزلس ہاسٹل کا مینیجر ہے تو یہ اپنے ماتحت لوگوں کو اپنے سے کمتر سمجھنے لگتے ہیں،

مکروہ چہروں کو جو اسکرین پر فرشتہ نظر آتے ہیں انہیں بے نقاب کر رہی ہیں۔

اس کی وجوہات کہ انسان اپنے سفلی جذبات اور حیوانی جبلت پر کنٹرول نہیں رکھ پاتا:

۱۔ ظالموں کا تعلق طاقتور لابی سے ہونا، ۲۔ ان کا یہ احساس کہ کوئی تیسرا نہیں دیکھ رہا، ۳۔ ان کا یہ احساس کہ یہ خواتین بہت کمزور ہیں اور یہ کوئی شکایت نہیں کر سکتیں۔

لیکن رب کی ذات ہر چیز پر اپنا کنٹرول رکھتی ہے، جسے جب چاہے جہاں چاہے اور جیسے چاہے ذلیل کر دے اور آج یہی ہو رہا ہے، یقین جانیں یہ رب کی پلاننگ کے تحت ہو رہا ہے۔

افسوس اس وقت ہوتا ہے جب قرآن کے حاملین قرآن کے پیغام کو بھول کر رب کے سامنے جواب دہی کے احساس سے محروم ہو جاتے ہیں اور دنیا کے ساتھ ساتھ اپنی آخرت بھی برباد کر بیٹھتے ہیں:

قرآن کے پیغام کو ایک بار غور سے پڑھیں: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَوَضِعَ الْكِتَابَ فَتَرَى الْمُجْرِمِينَ مَشْفِقِينَ مِمَّا فِيهِ وَيَقُولُونَ يَا وَيْلَتَنَا مَالِ هَذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا وَوَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا﴾

”اور نامہ اعمال رکھ دیا جائے گا تو آپ مجرموں کو دیکھیں گے کہ اس میں جو کچھ ہے اس سے ڈرے ہوئے ہوں گے اور کہیں گے کہ ہائے ہماری کم بختی اس نامہ اعمال کی عجیب حالت ہے کہ اس نے نہ کوئی چھوٹا گناہ چھوڑا نہ بڑا گناہ مگر سب کو لکھ دیا اور جو کچھ انہوں نے کیا ہوگا وہ سب (لکھا ہوا) موجود پائیں گے اور آپ کا رب کسی پر ظلم نہ کرے گا۔“ (الکہف: ۴۹)

خصوصاً عورتوں کو کہ ان کے ساتھ جو چاہو کرو، اور یہ ہر شخص کا مشاہدہ ہے کہ مذکورہ تمام افراد کے ذریعہ خواتین کو جنسی استحصال کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ تعلیمی اداروں میں زیادہ نمبرات دینے کے نام پر ایم۔ ڈی، پی ایچ ڈی میں ڈگری دلوانے کے نام پر طالبات کا جنسی استحصال، تعلیمی اداروں کے مالکین کے ذریعہ خواتین اساتذہ کو مستقل کرنے کے نام پر، لوگوں کو نوکری دلانے کے لالچ میں ان کا جنسی استحصال نیا نہیں ہے۔ تعلیم گاہوں پر اگر غور کریں تو اندازہ ہوتا ہے کہ کتنا زیادہ ناجائز فائدہ لوگ اپنے عہدے کا اٹھاتے ہیں، اپنے ماتحت کام کرنے والے لڑکوں اور لڑکیوں کی عزت کے ساتھ کھیلتے ہیں اور ان کو اپنے ہوس کا نشانہ بناتے ہیں، اخبارات اس طرح کی خبروں سے بھرے پڑے ہیں۔

بہت سارے احباب ایسے ہیں جو محض اس لئے صنف مخالف سے دوستی کرتے ہیں تاکہ سامنے والے کو مکمل اپنے کنٹرول میں کر سکیں، اور ان سے ایسے اعمال صادر کروائے جائیں کہ جس سے بعد میں انہیں بے عزت کیا جاسکے، آج ہم فیس بک واٹس ایپ پر دوستی کرتے ہیں، چیٹنگ کرتے ہیں، اور چیٹنگ میں اتنے آگے نکل جاتے ہیں کہ اگر ان باتوں کو پبلک کے سامنے لایا جائے تو پوری زندگی کی عزت سینڈوں میں مٹی میں مل جائے گی، کتنی ایسی لڑکیاں اور لڑکے ہوتے ہیں جو اسی وجہ سے دوستی کا ہاتھ بڑھاتے ہیں تاکہ سادہ لوح افراد کے ایمان کو سستے داموں میں خرید کر نیلام کر دیں۔

اب تک خلوت اور جلوت میں کی جانے والی یہ شیطانی حرکتیں طاقتور لابی کے خوف کی وجہ سے منظر عام پر نہیں آتی تھیں۔ لیکن آج اللہ رب العالمین نے ان مظلوم خواتین کو جرأت اور ہمت دے دیا ہے جس کی وجہ سے وہ برسوں پہلے اپنے اوپر ہونے والی زیادتیوں کو آشکارا کر رہی ہیں۔ اور ایسے

سن لیں کہ یہ طلبہ اور طالبات آپ کے ہاتھوں میں اللہ کی امانت ہیں ان کا استحصال اگر کیا گیا تو اللہ تعالیٰ آپ کو دنیا میں بھی ذلیل کرے گا اور آخرت میں تو دردناک عذاب ہے ہی، اگر آپ اپنے سفلی جذبات پر کنٹرول نہیں کر سکتے تو اداروں سے الگ ہو جائیے۔

دعاة وواعظین اور رفاه عامہ میں سرگرم افراد کی مزید ذمہ داری بڑھ جاتی ہے کہ وہ پھونک پھونک کر قدم آگے بڑھائیں کیونکہ سماج کی نظریں آپ کی طرف ہوتی ہیں، وہ آپ کے سیرت کو پڑھتے ہیں، وہ آپ کے سلوک کو محسوس کرتے ہیں، وہ آپ کو آئیڈیل سمجھتے ہیں، آج اگر ایم جے اکبر اور نانا پانیکر اور ان جیسوں کے نام ہیں، اگر نہیں سدھرے تو کل مولانا، حضرت، ناظم، متولی، صدر اور شیخ الجامعہ کا بھی نام آسکتا ہے، غلط عادتوں سے چھٹکارا پانے کا نام ہی تقویٰ ہے۔

کرنے کے کام:

اپنے سفلی جذبات پر کنٹرول کریں، رب سے رجوع کریں، توبہ و استغفار کریں، محاسبہ اور جواب دہی کا ہمیشہ خوف رہے اور یہ احساس اور یقین رہے کہ آپ کی ساری حرکات خواہ کتنی ہی خلوت میں کی جائیں اللہ تعالیٰ دیکھ اور سن رہا ہے اور گناہوں سے بچنے کے لئے ہمیشہ اللہ سے دعا کرتے رہیں، مصمم ارادہ کے ساتھ اللہ کی توفیق بھی ضروری ہے، وہ بہت ہی خوش نصیب شخص ہے جس کو اللہ نے ارتکاب معصیت سے بچالیا۔

اللہ تعالیٰ امت مسلمہ اور قائدین کو تمام برائیوں سے محفوظ رکھے خصوصاً تنہائی کی برائیوں سے، اور گندی اور بھدی چیننگس سے بچا کر رکھے۔ آمین

*

آج یہی ہو رہا ہے یہ ظالمین سبھی تعجب کر رہے ہیں کہ ارے یہ تو ہمارے سبھی کرتوت سامنے آرہے ہیں۔

اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ﴾

”آج ہم ان کے منہ پر مہر لگا دیں گے اور ان کے ہاتھ کلام کریں گے اور ان کے پاؤں شہادت دیں گے جو کچھ یہ لوگ کیا کرتے تھے۔“ (یس: ۶۵)

اصلاح کا موقع:

آج معاشرے میں تین طرح کے لوگ موجود ہیں:

۱۔ جنہوں نے خواتین کے ساتھ اخلاقیات سے گھرے ہوئے ناجائز کام انجام دئے، سفلی جذبات، حیوانی جبلت اور ہوس نے ان کو تباہ و برباد کیا، اور اللہ نے اس دنیا میں ان کے راز افشا کر دئے، اور وہ دنیا میں بھی ذلیل ہو گئے اور آخرت میں اللہ بہتر جانتا ہے کہ کیا سلوک ہو، کیونکہ ان کے پاس دولت کی کمی تھی نہ شہرت کی، لیکن ہوس نے انہیں کہیں کا نہ چھوڑا۔

۲۔ جنہوں نے خواتین کے ساتھ اخلاقیات سے گھرے ہوئے ناجائز کام انجام دئے لیکن ان کے راز ابھی چھپے ہوئے ہیں، ان کو رب کی طرف سے اصلاح کا موقع دیا جا رہا ہے کہ اپنے اعمال کو بہتر کر لیں، می ٹواس کا الٹی میٹم ہے۔

۳۔ وہ لوگ ہیں جو اپنے عہدے کا فائدہ اٹھا کر اس طرح کی حرکتیں کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں انہیں چاہیے کہ وہ باز آجائیں اور مذکورہ آیتوں کا ایک بار پھر بغور مطالعہ کریں، اگر اس دنیا میں کسی طرح سے بچ بچا کر نکل بھی گئے تو آخرت میں رب کی پکڑ سے کوئی نہ بچا سکے گا اس لئے کہ اللہ کا طاقتور کیمرہ ہماری ساری حرکات کو ریکارڈ کر رہا ہے۔

بالخصوص تعلیمی اداروں کے ذمہ داران اور اساتذہ غور سے



اَنْفِقْ يَا ابْنَ آدَمَ اَنْفِقْ عَلَيْكَ

اے ابن آدم! تو خرچ کر، میں تیرے اوپر خرچ کروں گا۔

(صحیح بخاری: 5352)

محترم قارئین! دین کی دعوت ہمارا مشن ہے، شرک و بدعات کا خاتمہ ہمارا ہدف ہے، اقامت تو حید ہمارا مقصد اصلی ہے، دین کی روشن اور بہترین تعلیمات کو دوسروں تک پہنچانا ہمارا نصب العین ہے اور اللہ کے فضل و کرم سے ہم اسی راستے پر چل رہے ہیں کہ جہاں نبی کی اقتداء ہے، منہج صحابہ کی اتباع ہے، قرآن و حدیث کی روشن تعلیمات ہیں۔ سماج و معاشرے میں پھیلی ہوئی ان گنت برائیوں اور بھٹکے ہوئے لوگوں کو درست سمت میں لانے کے لئے ہم بھرپور جدوجہد کر رہے ہیں۔ اس مشن اور مقصد میں آپ بھی ہمارے ساتھ شامل ہو سکتے ہیں اور خود کے لئے صدقہء جاریہ کا بندوبست کر سکتے ہیں، تو پھر آگے بڑھیں، قدم سے قدم ملائیں اور ہمیں مضبوط کریں، ہمارے اس مشن کا حصہ بنیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کہتا ہے: اَنْفِقْ يَا ابْنَ آدَمَ اَنْفِقْ عَلَيْكَ (صحیح بخاری: 5352) کہ اے ابن آدم! تو خرچ کر، میں تیرے اوپر خرچ کروں گا۔

مطلب یہ ہے کہ جب انسان اپنے پاس موجود مال و دولت کو اللہ کے راستے میں لگاتا ہے اور محبت سے دین کی نشر و اشاعت یا کسی بھی نیک کام میں اسے استعمال کرتا ہے تو بدلے میں اللہ رب العالمین اس کے مال و دولت میں اضافہ کرتا ہے اور اس کی روزی و رزق میں برکت شامل کر دیتا ہے۔

کیا آپ اپنے مال میں برکت کی تمنا نہیں رکھتے ہیں؟ کیا آپ کی خواہش نہیں ہے کہ آپ کے مال میں اضافہ ہو اور آپ کا مال یونہی ضائع و برباد ہونے سے بچ جائے؟ تو پھر دیر کس بات کی، آپ اپنا مال اللہ کے راستے میں لگائیں اللہ آپ کے مال میں اضافہ کرے گا اور آپ کو برکتوں سے نوازے گا۔ اسلامک انفارمیشن سینٹر ممبئی آپ کے تعاون کا مستحق ترین ادارہ ہے، آپ اس کا ساتھ دیں اور اسے مضبوط کریں تاکہ یہ ادارہ دین کی دعوت کا کام کرتا رہے اور آپ کے صدقے کا اجر برابر آپ کو ملتا رہے، زندگی میں بھی اور زندگی کے بعد بھی۔

دعوت دین میں آپ ہمارا ساتھ دیں!!!

For Bank Transfer

Bank Name : ICICI Bank (Savings)
Account Name : ILM Foundation
Account Number : 102801002071
IFSC Code : ICIC0001028
MCR Code : 400229097
Branch : Andheri Link Road, Mumbai

For Transfer Through PayTm



PayTm Number 8291063765

For Contact Or WhatsApp

+91 9773112909
+91 8291063785
+91 8291063755

For Transfer Through UPI



UPI QR Code

IN-SHA ALLAH OUR VOLUNTEER WILL VISIT TO COLLECT YOUR DONATION

ان شاء اللہ ہمارے رضا کار آپ کا تعاون حاصل کرنے پہنچ جائیں گے۔

Head Office: Gala No.06, Swastik Chambers, Below Kurla Nursing Home, Opp. Noorjahan-1, Pipe Road, Kurla (W), Mumbai-400070 Tel: 022-26500400

Branch: Andheri Bakery Compound, Near Andheri Station Jama Masjid Andheri (W), Mumbai- 400058 Tel: 022-64269999, 8080801882



Islamic Information Centre

"Welcome to Knowledge. Welcome to Understanding"

IIC KI DAWATI, TARBIATI AUR ILMI SARGARMIYON KI EK JHALAK



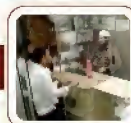
Indoor Aur Outdoor Par Hone wale 90+ Programs Me 60000+ Log Shamil Huye

7500+ Pamphlets Mukhtalif Mozuaat Par Taqseem Kiye Gaye..



6000+ Zarurat Mand Logon Ne iic Health Clinic Aur Ambulance Se Fayda Hasil Kiya

Kurla Aur Andheri Centers Par 700+ Logon Ne Ulama Se Consult Kiya



Salana Quiz Competition Me 1000+ Logon Ne Hissa Liya

Mukhtalif Mauzuaat Par 6000+ Ilmi Kitabche Taqseem Kiye Gaye



115+ Talabah Ne DSS (Diploma In Shariah Studies) Me Hissa Liya

2800+ Sawalon Ke Jawab Whatsapp Islam Helpline Par Diye Gaye



12 Se Zayadah Islamic Courses

75 Se Zayadah Talib-e-ilm, 11 Mazameen (Ek Islamic School Ki Tarah)



Is Saal 93+ Programe Huye Jisme 8000+ Samayeen Ne Shirkat Ki

PLEASE DONATE TO IIC

If Undelivered Please Return To



Ahl us Sunnah

To,

Book Post

IIC Islamic Information Centre

Gala No.6, Swastik Chamber, Below Kurla Nursing Home,
opp. Nonnhan-1, Pipe Road, Kurla (West), Mumbai - 400070.
Ph. 26500400 / 64269999